ناولٹ

فرحت ظفر

دل جہ مائے ہار

اس کے اندر ہروقت آگ بھری رہتی تھی۔ اک پارہ بھرا تھا روح میں جو اس کے اندر گردش کرتا رہتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ٹک کر بیٹھنا اس کے بس میں نہ تھا۔ بقول امی کے اس کے ننھیال، ددھیال کسی میں بھی کوئی ایسی ہستی نہیں گزری تھی جس پر وہ گئی تھی

فارقلیط اور لالہ سے اکثر اسی بات پر اس کا پھڈہ رہتا تھا۔ جہاں امی اس کے سامنے لالہ اور فارقلیط کی تعریف شروع کرتیں کہ تمہارے ہی بہن بھائی ہوتے ہوئے کتنے نرم خو اور حلیم طبع ہیں، وہیں اس کا پارہ چڑھ جاتا۔ امی کی کی گئی تعریف چھوٹے دونوں بہن

بھائیوں کی شامت ہوتی۔

قصور اگر دیکھا جائے تو امامہ کا بھی نہیں تھا۔ گھر اور حلقہ احباب میں شعلہ صفت کہلوانے کی وجہ یہ تھی کہ وہ انتہا درجے کی صاف گو تھی۔ لگی لپٹی رکھنے والوں میں سے نہیں تھی سچ اس تیزی اور دلیری سے دوسرے کے منہ پر کہتی تھی کہ دوسرے سچ سننے والے کے چودہ طبق روشن ہو جاتے تھے۔ سچ بولنے کی عادت اس قدر پختہ تھی کہ وہ سارے راز، جو امی دل کے نہاں خانوں میں چھپانے کو کہتیں، وہ جیسے ہی کوئی خالہ پھپھو تشریف لاتیں طشت ازبام کر دیتی، بڑی خالہ کی کن سوئیاں لینے کی عادت اور امامہ کی راز اگلنے کی عادت سے کئی بار بہنوں میں اونچ نیچ بھی ہو گئی۔ جیسے ہی پھپھو یا خالہ بڑے پیار سے پچکارتے ہوئے ابو کے بارے میں پوچھتیں کہ کوئی فون یا خط آیا کہ نہیں، وہ ساری رپورٹ اگل دیتی کہ فلاں چیز فلاں کے ہاتھوں آئی۔ اتنے ڈرافٹ آئے، امی نے اس کے جہیز کے لیے یہ خریدا ہے۔ اور فلاں چیز اب خریدنی ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات جب وہ پھپھو کو بتا دیتی کہ امی نے آپ کے جانے کے بعد آپ کی شان میں یہ گستاخی فرمائی پھر جو اس کی درگت بنتی تھی امی تو زبان کے ساتھ ساتھ اکثر ہاتھ کا بے دریغ استعمال بھی کر لیتی تھیں جبکہ فارقلیط اور لالہ ایک تو اس کی درگت بنتی دیکھ کر بغیر ٹکٹ کا تماشا دیکھ کر خوب ہنستے۔ اوپر سے منہ بھی کئی دن پھلائے رکھتے۔ بقول ان دونوں کے وہ امی کو بہت تنگ کرتی تھی لہٰذا سزا کے طور پر

بائیکاٹ ضروری سمجھتے تھے۔

دو چار دن تو وہ سکون سے گزار لیتی تھی مگر پھر وہی روٹین شروع ہو جاتی۔ حقیقت پسندی، صاف گوئی، زہر کی حد تک سچ بولنا اور وہ بھی منہ پر، ان سب خصوصیات نے اسے دوست عزیز و اقارب میں "منہ پھٹ" کا ٹائٹل دلوا دیا تھا، مگر اس پر رتی برابر اثر نہ ہوتا۔ اسی عادت کی بدولت وہ اپنی سب سے بڑی خواہش ورکنگ لیڈی بننے کے چکر میں، صرف ایک سال میں آٹھ ملازمتیں کر چکی تھی۔ کسی نوکری پہ دو حرف بھیج کر خود امامہ نے لات ماری اور کوئی نوکری زبردستی اس کی حرکتوں کے سبب اس سے چھینی گئی۔ بڑے جوش و خروش سے انٹرویو دینے جاتی تھی۔ بعض اوقات تو انٹرویو کے بعد، وہاں کے لوگوں کو ناپسندیدہ گردانتے ہوئے دوبارہ کال لیٹر یا اپائنٹمنٹ لیٹر آنے پر بھی نہ جاتی تھی۔ گھر سے علیحدہ عزت افزائی ہوتی اور کزنز میں لالہ لوگوں کے ذریعے اطلاع اس تیزی سے پھیلتی کہ ہر نئے انٹرویو کا رزلٹ اور ہر نئی جگہ سے نوکری نکالا اس سے پہلے ان لوگوں کو پتہ ہوتا تھا۔ مگر کیا کیا جاتا کہ امامہ بی بی کی حقیقت پسندی کے سامنے یہ سب چیزیں زیرو تھیں۔

"خیریت یہ آج صبح صبح کدھر کی تیاری ہے آپی؟" اسے جلدی جلدی کپڑے استری کرتا دیکھ کر فار قلیط جو ابھی جاگنگ سے واپس آیا جاتا پوچھ بیٹھا۔

"انٹرویو ہے ایک جگہ، بلکہ یوں کرو، مجھے ٹھیک آدھے گھنٹے بعد وہاں ڈراپ کر دینا۔" اطلاع دینے کے ساتھ ساتھ اسے حکم بھی جاری کیا تو وہ منہ بسور کر رہ گیا۔

"ویسے یہ آپ کی دسویں جاب ہے یا پھر.....؟" شرارت سے کہتے ہوئے اس نے بات نامکمل چھوڑی۔

"ارے کمال کرتے ہو، آپی کے بارے میں ہی تو کہا گیا ہے کہ

آپی ساڈا شیر اے

بس دم لگانے کی دیر ہے

کتابیں کالج بیگ میں ٹھونستی لالہ نے بھی بولنا ضروری سمجھا تھا، اس کے تعریفی طور پر کہے گئے شعر کے دوسرے مصرعے کو فار قلیط نے ہڑپ کر لیا تھا۔

"اس وقت تو میں جلدی میں ہوں، واپسی پر انشا اللہ تم دونوں کو اس شعر پر شکریے کے ساتھ ساتھ حوصلہ افزائی کا وہ انعام دوں گی کہ یاد رکھو گے۔" استری کا پلگ نکالتے ہوئے اس نے دونوں کو گھور کر دیکھا اور کپڑے اٹھائے غسل خانے میں گھس گئی۔

فرم بہت بڑی تھی۔ وسیع و کشادہ رومز اور فائیو فلورز پر مشتمل وفاتر اس فرم کی اہمیت ظاہر کر رہے تھے، فار قلیط اسے بیسمنٹ پر ڈراپ کر گیا تھا۔ انٹرویو کے لیے دی گئی جگہ نیوز پیپر میں دیے گئے اشتہار کے مطابق تھرڈ فلور پر تھی۔ لہٰذا اس نے تیزی سے دو دو سیڑھیاں پھلانگنی شروع کیں۔ اس بار امامہ نے پکا تہیہ کیا ہوا تھا کہ یہ جاب ضرور کرنی ہے۔ ویسے بھی جاب کے لیے دی گئی ڈیمانڈز پر وہ سو فیصد پورا اترتی تھی۔ اور پھر صبح امی نے اسے طویل لیکچر ناشتے کے ساتھ ہی ہضم کروایا تھا کہ ایک جگہ ٹک کر جاب کر لو۔ اب کے اگر تم نے کوئی گڑبڑ کی تو پھر ابو کو تمہاری کارکردگی کے بارے میں آگاہ کر دیا جائے گا۔ امی نے اچھی طرح باور کروا دیا تھا کہ یہ آخری موقع ہے۔ اس کے بعد اسے دوبارہ موقع نہیں دیا جائے گا۔

"آج تو کوئی کیسا ہی سوال کیوں نہ کرے، میں ٹوکوں گی نہیں۔"

دل ہی دل میں مصمم ارادہ کیے وہ ویٹنگ روم میں پڑے صوفے پر بیٹھ گئی۔ کوئی بھی فی الحال امیدوار آتا نہیں لگتا تھا۔

مسلسل بیٹھے بیٹھے اس کی ٹانگیں شل ہو چکی تھیں گیارہ بج چکے تھے۔ اور انٹرویو کا دور دور تک پتہ نہ تھا۔ ساری تیاری دھری کی دھری رہ گئی تھی۔ کتنی ایمرجنسی میں وہ لالہ کو زبردستی لے جا کر بوتیک سے پنک کاٹن کا سوٹ لائی تھی، صبح دو گھنٹے لگا کر استری کیا تھا۔ کلف والا سوٹ ہونے کی وجہ سے مسلسل بیٹھنے سے ساری شرٹ کا ستیاناس ہو گیا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کسی گھڑے سے نکال کر پہن کر آئی ہو۔ دوسری خواتین کا بھی یہی حال تھا۔ جنہوں نے میک اپ کیا

ہوا تھا۔ وہ اب آہستہ آہستہ اپنی اصلی شکل میں آ رہی تھیں کہ کمرے میں لائٹ آف ہونے اور اے سی بند ہونے سے جو کہرام مچا تھا وہ پسینہ پسینہ کر رہا تھا۔ سب کو پسینے سے منہ پر سیڈز آ چکے تھے۔ امامہ کو کوفت ہونے کے ساتھ ان سب کے حلیے دیکھ کر ہنسی بھی آ رہی تھی۔

اب تک اسے وہاں موجود تمام لڑکیوں کے حالات ازبر ہو چکے تھے۔ سب کسی نہ کسی مجبوری کے تحت ملازمت کی خواہشمند تھیں۔ مس یاسمین چھ بہنوں میں سب سے بڑی ہونے کے ناتے باپ کی طویل علالت کے باعث پڑھائی درمیان میں چھوڑے جاب کی تلاش میں تھی۔ کونے میں بیٹھی زرد زرد سی رنگت والی انیقہ کو شادی کے ایک ہفتہ بعد ہی طلاق ہو گئی تھی۔ باپ کا سایہ تو پہلے ہی سر پر نہ تھا۔ اب طلاق کا داغ لگنے پر بھائی بھاوجوں کے لیے اس کا وجود ناقابل برداشت ہو گیا تھا دائیں طرف بیٹھی ریحانہ کے باپ نے دوسری شادی کر لی تھی۔ نئی بیوی نے پہلی بیوی کو ایک جوان بیٹی سمیت گھر سے خارج کر دیا تھا۔ ماں کا سہارا بننے کے لیے وہ ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مار رہی تھی۔ صرف امامہ ہی وہ واحد امیدوار تھی جو شوقیہ خوار ہو رہی تھی۔

"مس یاسمین!" اللہ اللہ کر کے اندر سے پکار ہوئی۔

"مس یاسمین کون ہیں؟" حلیے سے ہی چپڑاسی ٹائپ چیز لگتی تھی۔

"یس۔" یاسمین جو امامہ کے ساتھ ہی بیٹھی تھی، پرس کندھے پر ڈالے فائل ہاتھ میں پکڑ کر کھڑی ہو گئی۔

"یہ اپنا حلیہ دیکھا ہے آپ نے مس صاحبہ! اس حلیے میں اندر جائیں گی۔ پینل کے سامنے انٹرویو کے لیے آنا ہی تھا تو کم از کم ڈریس اپ ہو کر آتیں۔"

چپڑاسی ٹائپ بندے نے سر سے پاؤں تک یاسمین کا طائرانہ جائزہ لیا اور پھر استہزائیہ فرمایا تو پیلے رنگ کے سادہ سوٹ میں ملبوس یاسمین ندامت سے کٹ کر رہ گئی۔

"وہ دراصل سر میرے پاس..." مارے ندامت کے اس کے گلے سے آواز ہی نہ نکل سکی جبکہ امامہ بھڑک اٹھی۔ اس کا بس نہ چل رہا تھا کہ کس طرح اس چپڑاسی کا منہ توڑ دے۔

"اے مسٹر سیکریٹری چپڑاسی! آپ ہوش میں تو ہیں۔ یہ یہاں انٹرویو دینے آئی ہے۔ کسی فیشن شو میں نہیں۔ ویسے بھی آپ کا اس سے کیا تعلق کہ کون کیسا ڈریس پہنتا ہے۔ آپ کون ہوتے ہیں تنقید کرنے والے۔"

امامہ کے یوں ایک ہی سانس میں خبر لینے پر وہ سٹپٹا اٹھا، شاید موصوف کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ کوئی اس کو بھی آنکھیں دکھا سکتا ہے۔

ساری لڑکیوں کو اپنی درگت بننے پر مسکراتا دیکھ کر ایک بار پھر اس کی انا اور مردانگی پر ضرب لگی۔

"دیکھیں مس! آپ آرام سے بیٹھی رہیں۔ آپ ڈریس اپ ہیں اچھی طرح۔ آپ سے میں نے نہیں کہا، اگر آپ کی خواہش ہے یہاں جاب لینے کی تو پھر چپکی بیٹھی رہیں۔"

اب کے سیکریٹری صاحب نے مارے جوش کے اپنی اہمیت ظاہر کرنے کے لیے امامہ کو ڈرا کر یہ واضح کرنا چاہا گویا کہ جاب دینے نہ دینے میں ان ہی صاحب بہادر کا مکمل دخل ہو۔

"میں کیوں آرام سے بیٹھوں۔ اچھے کپڑے پہننے کا مشورہ دیا جا رہا ہے۔ کیوں؟ کس لیے؟ اس لیے تاکہ وہ بن ٹھن کر آئیں اور آپ اپنی آنکھیں سینکیں، آپ کے کلیجے میں ٹھنڈ پڑے۔ یہی بات ہے ناں مسٹر ایکس وائی زیڈ اور ہاں یہ تڑی کس کو دے رہے ہیں جاب نہ دینے کی، اپنی جاب کی خیر منائیں محترم یہ نہ ہو کہ آپ ہی چلتے بنیں۔ کہاں ہیں آپ کے ڈائریکٹر صاحب؟ میں ان سے بات کرتی ہوں۔ آپ کو یہاں "ڈریس چیکر" رکھا ہوا ہے تاکہ ہر آنے والی کو ذلیل کریں۔ ایک عدد بوتیک بھی فرم میں فی سبیل اللہ کھول لیں تاکہ انٹرویو کے لیے آنے والی امیدوار کو ایک عدد جوڑا مفت فراہم کریں۔ چلو یاسمین۔"

یہ کہہ کر اس نے جھٹکے سے یاسمین کا بازو کھینچا۔

CamScanner

اور باقی لوگوں کو اشارہ کرتی ہوئی جی ایم کے آفس کی طرف بڑھی۔

ان سب کو اپنے جلو میں لیے آندھی کی طرح آفس کی طرف پیش قدمی کرتے دیکھ کر سکریٹری صاحب تو گویا بے ہوش ہونے والے تھے۔

"پلیز مس آئی ایم سوری.... آپ اندر مت جائیں۔"

"پیچھے ہٹو... ابھی پتہ چل جائے گا کون کیا ہے۔"

امامہ اسے نظرانداز کر کے تیزی سے آفس کا بلیک گلاس ڈور جھٹکے سے کھول کر غڑاپ سے اندر گھس گئی۔ باقی ساری لڑکیوں کی فوج بھی اس کے ہمراہ اندر گھس گئی۔

"ہارون! یہ باہر شور کیسا ہے اور پھر ابھی تک انٹرویو کے لیے خاتون بھی اندر نہیں آئیں۔"

ابراہیم صاحب نے جو کہ فرم کے ایم ڈی اور مالک بھی تھے ہارون خواجہ سے پوچھا۔ قبل اس کے کہ وہ کوئی جواب دیتے دروازہ زور سے کھلا اور انٹرویو کے لیے آئی ہوئی لڑکیوں کا گروپ اندر آن کھڑا ہوا۔

"جی بی بی! کیا مسئلہ ہے؟ آپ باہر تشریف رکھیں اور انٹرویو کے لیے اپنی باری آنے پر تشریف لائیں۔"

ہارون خواجہ نے کھڑے ہو کر متانت سے کہا۔

"جی تھینک یو آپ کی اس پیش کش کا۔ مگر اب ہم باہر نہیں بیٹھیں گی۔ ہم لوگ واپس جا رہی ہیں۔ مگر جانے سے پہلے ایک وضاحت کر دیں تو عنایت ہو گی۔"

امامہ نے تنک کر ہارون کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی فرمایئے۔"

"آپ پلیز یہ بتا دیں کہ آپ کی فرم کو ورکرز چاہیں یا ماڈلز؟" اس نے چبھتا ہوا سوال کیا۔

ایک لمحے کے لیے تو ہارون بھی سٹپٹا اٹھے مگر پھر خود پر قابو پا کر مضبوط لہجے میں گویا ہوئے۔ "میرا خیال ہے آپ نے نیوز پیپر میں اشتہار غور سے نہیں پڑھا۔ ہمیں ورکرز کی ضرورت ہے۔" انہوں نے لفظ ورکرز پر خاصا زور دیا تو امامہ کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ عود کر آئی۔

"جی! ہم نے اشتہار بھی غور سے پڑھا ہے اور ہماری یہاں آمد بھی اسی سلسلے میں ہے۔ مگر ہم لوگ شاید آپ کی ڈیمانڈ پر پورا نہیں اترتیں، آپ کو شاید ورکرز کم ماڈلز زیادہ کی طلب ہے، تھوڑی زحمت اور کیجیے گا۔ نیوز پیپر میں دوبارہ ایڈ دے دیں کہ ہماری ڈیمانڈ ایم ایس سی کمپیوٹر سائنس اور دفتری معاملات پر عبور رکھنے والی خواتین نہیں بلکہ ادائیں دکھانے والی اور بن ٹھن کر آنے والی لڑکیاں ہیں۔ اور اپنے اس مسٹر بونگے کو تھوڑی سی تمیز سکھا دیں یا مجھے تھوڑا سا ٹائم دیں تاکہ اسے پہلا سبق ابھی سکھا دوں۔"

امامہ نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا اور آخر میں سیکریٹری کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"چلو یاسمین! یہاں ہمارا کوئی کام نہیں۔" تلخی سے کہتے ہوئے اس نے جانے کے لیے قدم بڑھائے۔

"ٹھہریں مس۔" ابراہیم صاحب اور خورشید صاحب جو ابھی تک خاموشی سے بیٹھے سارا کچھ دیکھ اور سن رہے تھے اور معاملے کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کر رہے بیک وقت اکٹھے بول اٹھے ہارون ابھی تک اس کے سخت الفاظ میں الجھے کھڑے تھے۔

"آپ بیٹھیں مس اور آپ باقی لوگ باہر جا کر تشریف رکھیں۔" اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے ابراہیم صاحب نے باقی لوگوں کو باہر جانے کا کہا اور پھر منیر احمد کی طرف مڑے۔

"منیر احمد! تم نے ان سے بدتمیزی کی ہے۔ تمہیں اتنی اجازت کس نے دی۔ تم سے صرف نام اناؤنس کرنے کو کہا گیا تھا۔"

"ایکس کیوز می سر۔ بدتمیزی میرے ساتھ نہیں مس یاسمین کے ساتھ اس نے کی ہے۔ میرے ساتھ کر کے اس نے جانا کہاں تھا۔ آج تو بچ گیا ہے۔ پھر کبھی ہتھے چڑھا تو ایسا کراٹے کا وار دوں گی کہ چودہ طبق روشن ہو جائیں گے۔" وہ جوش سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ جبکہ ابراہیم صاحب اور خورشید صاحب کے ساتھ ہارون بھی بے اختیار مسکرا دیے منیر احمد کا رنگ چہرے سے اڑتا جا رہا تھا۔

"چلو، مس یاسمین سے سب کے سامنے معافی مانگو اپنے رویے کی اور پھر تحریری طور پر معافی نامہ لکھو۔"

"جی بیٹا! اب بتائیں۔ اب کیا ارادہ ہے آپ کا ہم لوگ بھی معذرت خواہ ہیں کہ یہ بدمزگی ہوئی۔" منیر احمد کے باہر جاتے ہی ابراہیم صاحب نے مشفق لہجے میں اس سے کہا۔

"میرا خیال ہے، انہی سے انٹرویو شروع کر لیا جائے، پہلے ہی ٹائم ضائع ہو چکا ہے۔"

"انٹرویو کی بھی ضرورت نہیں، میرا خیال ہے، نام پوچھ لیں۔ ان کی خوبیوں کے تو ہم معترف ہو ہی چکے ہیں۔" خورشید صاحب کے کہنے پر ہارون نے بھی رائے دی۔

"جی مجھے امامہ کہتے ہیں۔ امامہ چوہدری، ڈاکومنٹس آپ کے پاس ہیں ہی۔"

"واہ اپنی طرح نام بھی خوب ہے۔" ہارون نے دل ہی دل میں داد دی۔

"او کے ہم آپ کو مطلع کر دیں گے اسی ویک میں۔"

"ایک ریکویسٹ ہے سر آپ سے۔" پرس اٹھاتے ہوئے اس نے ہارون خواجہ کو پہلی بار غور سے دیکھا مگر اسے اپنی طرف ہی بغور دیکھتے دیکھ کر جلدی سے خورشید صاحب کی طرف رخ پھیرا۔

"مجھے آپ جاب بے شک نہ دیں مگر ریحانہ، انیقہ اور یاسمین کو ضرور دے دیں۔ وہ لوگ سخت ضرورتمند ہیں اس وقت۔"

اس کے سفارش کرنے پر ان تینوں نے بڑی مشکل سے خود کو سنجیدہ رکھا، اور پھر امامہ کے باہر نکلتے ہی تینوں بے ساختہ قہقہے لگا اٹھے۔

"ونڈر فل لیڈی! بچیاں ایسی ہی بولڈ اور بہادر ہونی چاہئیں تاکہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا میں بسنے والے درندوں کا مقابلہ کر سکیں۔ اور خود کو دوسرے درجے کی نہیں بلکہ اول درجے کی خاتون سمجھ کر منوائے کریں۔ اگر میری کوئی بیٹی ہوتی ناں تو بالکل ایسی ہی تربیت کرتا میں اس کی۔"

آپ کی لائبریری کے لئے 20 دیوان

دیوانِ جگر ___ رئیس المتغزلین حضرت جگر مرادآبادی کی شاعری کا نچوڑ،
دیوانِ ظفر ___ آخری مغل تاجدار کی رُلا دینے والی غزلیں
دیوانِ ذوق ___ صفائی زبان اور پاکیزگی خیال کی شاعری
دیوانِ درد ___ تصوف کی چاشنی سے مملو غزلیں،
دیوانِ میر ___ غزل کے سب سے بڑے شاعر کا کلام،
دیوانِ داغ ___ چُلبلے شاعر کی چلبلی غزلیں،
دیوانِ ساغر صدیقی۔ درویش خدامست کی مشہور و مقبول غزلیں،
دیوانِ آتش ___ بانکے غزل گو کی دل میں اُتر جانے والی غزلیں،
دیوانِ مومن ___ عاشقانہ شاعری کے دلدادگان کے لیے خاص الخاص تحفہ،
دیوانِ فراق ___ دورِ جدید کے نمائندہ شاعر کا حیرت کدہ
دیوانِ اکبر ___ طنز و تغزل کا حسین و جمیل مرقع
دیوانِ ساحر ___ عوام کے لیے دل موہ لینے والی عوامی شاعری،
دیوانِ حسرت ___ عاشقانہ مضامین کی شوخیاں، سرمستیاں
دیوانِ حالی ___ دردمند دل کی اثر آفریں پکار،
دیوانِ مصحفی ___ نفیس شاعر کی نفیس ترین غزلیں،
دیوانِ ولی ___ اردو غزل کے بانی کی شیریں دُھنیں
دیوانِ نظیر ___ شاعر انسان و فطرت کا دلآویز نگار خانہ
دیوانِ غالب ___ کلامِ آفتابِ سخن
دیوانِ شیفتہ ___ روایت پرست شاعر کا ارمغان،
دیوانِ سودا ___ اُستادوں کے استاد کا اُستادانہ کلام

پتہ ذیل پر خط لکھ کر منگوا سکتے ہیں:

خیام پبلشرز چوک اُردو بازار لاہور

CamScanner

ابراہیم صاحب نے کھلے دل سے سراہا تھا امامہ کو۔
"واقعی یار۔ ایسی بچیاں دوسروں کے دل میں خود بخود جگہ بنا لیتی ہیں۔" خورشید صاحب کو بھی نڈر، صاف گو اور بولڈ سی امامہ بے حد بھائی تھی۔
"یہ لیں! اس کے ڈاکومنٹس بھی دیکھ لیں۔ محترمہ خیر سے ہر فن مولا بھی ہیں۔ ٹائپنگ شارٹ ہینڈ، آفس ایکونمینٹ آپریٹنگ، انٹرکام آپریٹر، کمپیوٹر فیکس آپریٹر، لگتا ہے کوئی ہنر چھوڑا نہیں۔ خیر سے ماسٹر انگلش اینڈ ہسٹری بھی ہیں۔"
ہمایوں نے سارے ڈاکومنٹس باری باری پڑھتے ہوئے خورشید صاحب کے سامنے رکھ دیئے۔
"او کے پھر یہ تو اسی پوسٹ کے لیے سوٹ کرتی ہے جس کے لیے تم کسی جینئس بندے کے متلاشی تھے۔"
ابراہیم صاحب کے ساتھ وہ دونوں بھی متفق تھے۔

*_*_*

"لگتا ہے انہوں نے آپ کو چکمہ دیا ہے۔ اتنے دن گزر گئے ابھی تک کال نہیں کیا۔ ورنہ پہلے تو انٹرویو کے ایک دو دن بعد ہی رزلٹ آشکار ہو جاتا تھا آپ پر۔"
فارقلیط نے اسے بے دلی سے آنکھیں موندے ایزی چیئر پر جھولتے دیکھ کر چھیڑا۔
"انہوں نے کون سا انٹرویو لیا تھا آپی کا۔ پھڈا تو ڈال آئی تھیں وہاں بھی، دل رکھنے کو ان سے باتیں کر کے بہلا دیا۔" لالہ نے بھی اسے چھیڑنا فرض سمجھا۔
"ویسے آپی! ایک مشورہ ہے۔ اگر آپ غور سے سنیں اور عمل کریں تو آپ کا بھی بھلا ہوگا اور ہمارا بھی بھلا ہوگا۔"
وہ جواب تک خاموش بیٹھی سن رہی تھی۔ سیدھی ہو بیٹھی۔
"کیا مشورہ ہے؟"۔
"آپ یہ جاب کا چکر چھوڑیں۔ چند ماہ بعد ابو آنے والے ہیں۔ آپ ایسا کریں پی کے گھر کی تیاری کریں۔ آپ کو یہ جو لڑنے لڑانے کا شوق ہے۔ یہ انشاء اللہ ضرور پورا ہوگا، آپ کی شادی ایسے گھر کریں گے جہاں پانچ چھ نندیں ہوں وہ بھی لڑاکا بمبار طیاروں کی طرح اور اسی طرح کی توپ نما ساس بھی ہوں آپ سارا دن ان کے ساتھ شرٹ کے کف ٹانگنی..... تو تو نی تو..... کرتی رہیے گا۔"
فارقلیط نے مشورہ دیتے ہوئے باقاعدہ بائیں ہاتھ پر دائیں ہاتھ سے تالی بجاتے ہوئے پھر بازو کو باہر نکال کر لالہ کی طرف اشارہ کیا گویا اسے پریکٹیکل کروا رہا ہو۔
"اپنی خیر مناؤ، ایسی بیوی ڈھونڈ کر لاؤں گی تمہارے لیے کہ یہ بولتی بند ہو جائے گی۔ آج کل میں "ضرورت رشتہ" میں اشتہار دینے والی ہوں کہ ہمیں اکلوتے بھائی کے لیے 'منہ پھٹ' 'ہتھ چھٹ' 'تنک چڑھی' 'پھلجھڑی' 'بدتمیز' گستاخ اور بات بات پر شوہر کو چھینٹی لگانے والی لڑکی کی ضرورت ہے۔ لڑکی کا ہاتھ اس کے وزن سے زیادہ بھاری ہو تاکہ جب شوہر کے مارے تو چار دن نشان نہ جائیں۔"
امامہ نے اچھی طرح دل کی بھڑاس نکال لی تھی۔
"کون ایسی مائی کی لال ہوگی جو مجھے کچھ کہہ سکے۔" فارقلیط نے خیالی کالر جھاڑے "آپ اپنی فکر کریں۔ جس کے ہاتھوں روز پٹ کر بھوں بھوں کرتی یہاں میرے پاس آیا کریں گی۔"

اوبڈھی کیڑھی جھڈھی بندے ہتھوں پٹے
(وہ بیوی ہی کیا جو شوہر سے مار کھائے۔) امامہ نے بڑا لہک کر گایا۔

اوبندا ای کیڑا جیڑا بڈھی نوں نہ کٹے
(وہ شوہر ہی نہیں جو بیوی کو نہ مارے۔)

جواباً" فارقلیط نے بھی بلند آواز سے گایا۔ تو وہ چڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔
"میدان چھوڑ کر بھاگا جا رہا ہے۔" لالہ نے پیچھے سے نعرہ بلند کیا تو وہ اسے گھورتے ہوئے باہر چلی گئی۔

*_*_*

"ارے یاسمین! تم" لالی میں آفس کے پہلے ہی دن اسکا ٹکراؤ یاسمین سے ہو گیا تھا اور اسے واقعتاً" خوشی ہوئی تھی اسے وہاں دیکھ کر۔

"شکر ہے آپ آئیں۔ میں اور انیقہ روزانہ آپ کو یاد کرتی تھیں۔ ہم دونوں بھی حیران تھیں کہ آپ کو انہوں نے کیوں نہیں اپائنٹ کیا۔ جبکہ آپ کو تو سب سے پہلے یہاں ہونا چاہیے تھا۔ وہ تو کل ہمیں جی ایم صاحب نے بتایا کہ آپ کو جس سیٹ کے لیے سلیکٹ کیا گیا ہے۔ وہ ایک دو دن میں اظہر صاحب کے جانے کے بعد خالی ہو جائے گی پھر آپ آ جائیں گی۔" باتونی سی یاسمین نے اسے تفصیلاً" آگاہ کیا۔
"او دیر سے اپائنٹمنٹ لیٹر بھیجنے کی وجہ یہ ہے۔" امامہ نے دل میں سوچا۔
"انیقہ کس سیٹ کے لیے سلیکٹ ہوئی ہے؟ اور تم.....؟"
"وہ ایگزیکٹو سیکریٹری ہے اور میں انٹرکام آپریٹر کے طور پر اگر آپ اس دن میری سائیڈ نہ لیتیں تو میں کبھی بھی جاب حاصل نہ کر سکتی۔" یاسمین انتہائی مشکور تھی اس کی۔
"او کم آن ڈیر! میرا کوئی کمال نہیں اس میں، جاب تو ظاہر ہے تم لوگوں کو اپنی صلاحیت کے بل بوتے پر ہی ملنی تھی۔ میں نے تو کوئی سفارش نہیں کی۔" امامہ نے لاپروائی سے کہتے ہوئے ادھر ادھر دیکھنا شروع کیا۔
"اسلام علیکم مس صاحبہ۔" پرتپاک سلام کی آواز پر بے ساختہ وہ پیچھے کی طرف گھوم گئی اور پھر منیر کو مسکین سی شکل بنائے سامنے کھڑا دیکھ کر دبی دبی مسکراہٹ بے ساختہ اس کے ہونٹوں پر در آئی۔
"کیسے ہو منیر احمد صاحب؟" اس نے بھی جواباً" تپاک سے ہی جواب دیا۔ اور حال احوال پوچھ ڈالا۔ کہ لاکھ غصے کی تیز سہی مگر دل کی وہ شروع سے صاف تھی۔ اب بھی منیر احمد کے لیے اس کے دل میں بال برابر بھی رنجش نہیں تھی اور نہ ہی اس کی سابقہ حرکت کی پرچھائیں موجود تھی۔
"آپ کو جی ایم صاحب نے طلب کیا ہے اپنے آفس میں؟"۔
جی ایم کے روم تک تو منیر احمد اسے گائیڈ کر گیا تھا اب اندر جاتے ہوئے اسے گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ اف اس دن نجانے میں کیا کچھ ان دونوں سوبر سے حضرات کے سامنے بولتی گئی تھی۔ نجانے ان میں سے جی ایم کون تھا اور ایم ڈی کون تھا اور وہ تیسرا شخص وہ بھی تھا۔ کسی اچھی پوسٹ پر ہی ہوگا جبھی انٹرویو کے لیے بیٹھا تھا۔ انٹرویو کم اور جائزہ زیادہ لے رہا تھا۔ امامہ کو اس کی اپنی طرف اٹھی نگاہیں یاد آ گئیں۔
"ارے آپ ابھی تک یہیں کھڑی ہیں۔" منیر احمد جو کمپیوٹر سیکشن کی طرف جا رہا تھا۔ اسے ہنوز دروازے سے باہر کھڑا دیکھ متعجب رہ گیا۔
"وہ دراصل مجھے ایک جاننے والی مل گئی تھی۔ کوریڈور میں اس لیے اندر نہ جا سکی۔"
اس نے بات بنائی اور جلدی سے ہینڈل گھما کر دروازہ دھکیلتی اندر داخل ہوئی۔ نجانے اس کے ہاتھوں کا قصور تھا یا پھر وہ دروازہ ہی گستاخ تھا جو اتنے زور سے چرچرایا اور پھر دھڑ سے بند ہوا کہ خود امامہ نے اپنے دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ لیے، ہاتھ کانوں کی طرف لے جاتے ہی ہاتھ میں پکڑی ڈائری بھی چھم سے فرش بوس ہوئی ڈائری اٹھانے کے لیے تھوڑا سا جھک کر دایاں بازو پکڑنے کے لیے بڑھایا تو کندھے پر ڈالا بیگ بھی احتجاجاً" زمین بوس ہو گیا۔ بیگ کی زپ بھی عین ٹائم پر دغا دے گئی۔ اور پھر کارپٹ پر ہیئر برش، مرر، مسکارا فارقلیط کے ریک سے چرائی ہوئی شیلو مسعود کی کسٹمبٹس، امی کا زبردستی تھمایا ہوا jasmin لالہ کی چاکلیٹ کا پیکٹ جو وہ صبح صبح اس کے کالج بیگ سے نکال لائی تھی، سب کے سب اس کی بدحواسی کا کربناک منظر شو کر رہے تھے۔
"سوری سر!" بغیر کسی کی طرف دیکھے اس نے جلدی سے چیزیں بیگ میں ٹھونسنی شروع کیں۔
"ضرور اس کمینے فارقلیط کی نظر لگی ہے مجھے۔ صبح ہی صبح کہہ رہا تھا بجلی گرائیں گی، بجلی تو کیا گرانی تھی یہ منحوس چیزیں خود گر گئی ہیں۔" دھیرے سے بڑبڑاتے ہوئے اس نے ساری چیزیں سمیٹیں۔
"او نو!" کھڑے ہوتے ہی اسے حیرت ناک جھٹکا لگا تھا۔ سامنے ہی تو وہ تھرڈ پرسن۔ خشمگیں نگاہوں سے کھڑا اسے گھور رہا تھا۔
"یہ موصوف یہاں جی ایم کے کمرے میں پھر موجود

ہیں۔ خیر مجھے ان سے کیا لینا دینا۔" دل میں اٹھتے سوال کو زبردستی ہونٹوں میں دباتے ہوئے اس نے کندھوں کو جھٹکا۔

"تشریف رکھیں مس امامہ چوہدری!" اس کے چہرے پر چھائی سنجیدگی دیکھ کر وہ بھی سنبھل گئی (ویسے ہیں زبردست پرسنالٹی کے مالک یہ صاحب۔ دل ہی دل میں اس نے اس کی خوب صورتی کو سراہا)

"آج کے دن آپ صرف وزٹ کریں گی۔ گھوم پھر کر دیکھیں۔ کل سے البتہ آپ کا کام شروع ہو جائے گا۔ آپ اسسٹنٹ منیجر ہوں گی۔ اس کے علاوہ کمپیوٹر سیکشن کی انچارج بھی آپ ہی ہوں گی باقی ساری روٹین آپ دھیرے دھیرے سمجھ جائیں گی۔ کوئی پرابلم ہو، کچھ سمجھ میں نہ آئے تو آپ ڈائریکٹ ایڈمن سے رجوع کر سکتی ہیں۔"

بارعب مگر متانت سے بھرپور لہجہ، وہ خود بخود توجہ سے سنتی گئی۔ جیسے ہی اس نے بات مکمل کی۔ امامہ نے دل میں مچلتے سوال کو لبوں پر آنے کی اجازت دے دی۔

"وہ آپ کے جی ایم صاحب کہاں ہیں۔"

اس کے سوال پر اس نے بغور اسکا چہرہ دیکھا اور پھر انٹرکام پر کسی کو اندر آنے کا آرڈر دیا۔

صرف چند لمحوں بعد ہی یاسمین اس کے سامنے تھی۔

"یس سر۔" یاسمین کو اتنے مودب ہو کر کھڑے دیکھ کر امامہ حیران رہ گئی۔

"مس یاسمین! آپ تو اب اچھی طرح پورے اسٹاف سے واقف ہو چکی ہیں، آج کے دن مس امامہ کو گائیڈ کریں۔ اسٹاف سے ملوائیں، انہیں ان کا روم بھی دکھائیں اسپیشلی کمپیوٹر سیکشن ضرور لے جائیں۔"

"اوکے سر!"۔

"آئیں مس امامہ!" یاسمین نے اس کے ساتھ چلنے کی دعوت دی تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اور ہاں.... مس یاسمین! ان کو یہ ضرور بتایئے گا کہ جی ایم کون ہیں؟۔"

ان کی اس بات بلکہ حکم پر یاسمین حیرانی سے انہیں دیکھتی ہی رہ گئی۔

"اوکے جائیں۔" ان کے کہتے ہی وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھیں۔

امامہ قصداً" یاسمین کے پیچھے رہی مبادا کہ دروازہ پھر اس کی شان میں گستاخی نہ کر جائے۔

"یہ جی ایم صاحب کون ہیں۔؟ مجھے بلایا تو انہوں نے تھا۔ مگر ہدایت یہ تھرڈ پرسن نے دی ہیں۔" دروازے سے نکلتے ہی سب سے پہلا سوال اس نے یہی اٹھایا۔

"کیا مطلب؟ یہ ہارون خواجہ جو اندر کمرے میں تھے یہی ہیں جی ایم۔" یاسمین کے اس انکشاف پر وہ چلتی چلتی یکدم رک گئی۔

"یہ تھرڈ پرسن ہی.... او تو میں کیا اول فول بکتی رہی ہوں۔ انہیں سے انہی کے بارے میں دریافت کرتی رہی ہوں۔" اپنی اس لاعلمی اور بے وقوفی پر وہ کٹ کر رہ گئی یاسمین کے سامنے۔

"ارے چھوڑیں، کبھی کبھی ایسا ہو جاتا ہے۔ لاعلمی میں ہوا ہے یہ سب اور پھر سر نے بھی تو آپ کو کچھ نہیں بتایا۔" یاسمین نے اسے خفت سے نکالنا چاہا۔

"آئیں مارکیٹ سیکشن سے شروع کرتے ہیں تعارف۔"

"یہ رہا آپ کا آفس۔ یہاں بیٹھے بیٹھے آپ فسٹ فلور پر کمپیوٹر سیکشن سے بھی رابطہ کر سکتی ہیں اور سیکنڈ فلور پر سیلز ڈیپارٹمنٹ سے کونٹیکٹ کر سکتی ہیں۔ باقی سب تو ہیں ہی اس فلور پر۔ آپ تھوڑی دیر یہاں تشریف رکھیں۔ میں ذرا ایک نظر اپنا کام دیکھ آؤں۔ آپ تب تک یہ ایک دو فائل پر نظر ڈال لیں، کل سے یہی کچھ کریں گی۔"

یاسمین کے جاتے ہی امامہ نے اپنا سر پکڑ لیا کہ صبح سے بونگیوں پر بونگیاں مار رہی تھی، نجانے کتنی دیر وہ یونہی سر پکڑے بیٹھی رہتی کہ یاسمین چائے لیے واپس آگئی۔ چائے دیکھ کر امامہ کو تھوڑا سا حوصلہ ہوا کہ سر درد برداشت سے باہر ہوتا جا رہا تھا۔

۔۔*

آفس کی طرف سے پک اینڈ ڈراپ کی سہولت کی وجہ سے وہ فارقلیط کی منتوں والی جھنجھٹ سے بھی بچ گئی تھی۔ سب سے زیادہ فائدہ یہ ہوا تھا کہ یاسمین کے ذریعے اسے ساری معلومات مل جاتی تھیں، صبح کے وقت دونوں پہلے چکر میں جاتی تھیں، لہٰذا آفس پہنچنے تک یاسمین دوستوں کی طرح ہوتی تھی۔ مگر آفس میں پہنچتے ہی اس کا لہجہ بدل جاتا اور امامہ اس کے لیے باس کی حیثیت اختیار کر لیتی تھی۔

یاسمین کی زبانی اسے آگاہی ہو چکی تھی کہ فرم کے اصل مالک ابراہیم صاحب ہیں، خورشید صاحب ایم ڈی ہیں۔ ہارون خواجہ ابراہیم صاحب کے اکلوتے بیٹے ہونے کے ساتھ ساتھ فرم کے جنرل منیجر بھی تھے۔ حال ہی میں ایم بی اے کر کے لوٹے تھے۔ اور اب فرم کے زیادہ کرتا دھرتا وہی تھے کیونکہ ابراہیم صاحب اور خورشید صاحب ایک نئی مل لگا رہے تھے اور زیادہ وقت وہیں گزارتے تھے۔

"آج تو پاپا کمال ہو گیا ہے۔ آپ کی چہیتی مس امامہ نے اسٹاف کے بہت سے بندوں کو لائن حاضر کیا ہے۔ لیٹ آنے پر۔" کھانا کھاتے ہارون نے ابراہیم صاحب کو بتایا۔

"رئیلی!" ابراہیم صاحب نے خوشدلی سے کہتے ہوئے بیٹے کے چہرے کی طرف دیکھا۔ کہ اک عرصے کے بعد وہ آج کل اپنے بیٹے کے چہرے پر وہ رنگ دیکھ رہے تھے جو اس عمر میں ہر لڑکے کے چہرے کا حصہ ہوتے ہیں، ورنہ ماں کی وفات کے بعد بالکل دنیا سے کٹ کر رہ گیا تھا۔ پڑھائی اور پھر آفس، یہی دو کام زندگی کا مقصد بنائے ہوئے تھے۔ مگر اب وہ نوٹ کر رہے تھے کہ جب سے امامہ چوہدری نے آفس میں قدم رکھا تھا۔ ہارون بھی زندگی کی رعنائیوں کی طرف لوٹ رہے تھے۔

"مائی سن! وہ صرف میری ہی چہیتی ہے یا پھر۔" شرارت سے کہتے ہوئے انہوں نے اسے دیکھا۔ دونوں باپ بیٹے میں دوستی بھی بہت تھی۔

"نہیں وہ انکل خورشید کی بھی لاڈلی ہے۔ فون پر مجھے ہدایت کرتے ہیں۔ دیکھو اسے کبھی ڈانٹنا مت۔ وہ بڑی محنتی اور ذہین بچی ہے۔ فرم کے لیے سمجھو ایک بازو مل گیا ہے۔ ہاں ضدی اور دلیر ضرور ہے۔ اگر کسی بات پر الجھے بھی تو تم نظرانداز کر دینا، واہ! اسے آئے ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں۔ اتنی اہمیت مل گئی۔ ایک ہم ہیں سال سے دماغ کھپا رہے ہیں۔ کوئی شاباش نہیں کوئی حرف شاباش نہیں۔"

ہارون نے مصنوعی غصے سے کہتے ہوئے ابراہیم صاحب کے کندھے سے پیار کے ساتھ سر ٹکایا تو وہ مسکرا اٹھے ان کی اس حرکت اور بات پر کہ وہ اصل بات ٹال گئے تھے۔

"کوئی بات نہیں بچو۔ باپ تو تمہارا ہوں، اگلوا کر ہی رہوں گا کہ وہ تمہارے لیے کیا ہے؟"۔ ابراہیم صاحب نے شرارت سے کہتے ہوئے ہارون کے بال بکھیر دیے۔

۔۔*

"آپی! آپ کو زیادہ عرصہ نہیں ہو گیا اس فرم میں جاب کرتے۔ کہاں تو دو تین ماہ سے زیادہ کبھی آپ ٹکتی نہیں تھیں اور کہاں اتنا لمبا قیام۔" لالہ نے ناخن فائل کرتی امامہ کو چھیڑا۔

"تمہیں کیا؟ میں جتنا چاہے مرضی یہاں پہ کام کروں۔ اپنے کام سے کام رکھا کرو۔" اس کی ڈانٹ پر وہ منہ بسور کر رہ گئی۔

"یہاں لالہ کون ہے جی؟" فارقلیط نے دھم سے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے لالہ کا کندھا ہلا کر لالہ ہی سے پوچھا۔

وہ چپ رہی۔

"تمیں آکھیا لالہ کون اے جی؟" اب کے فارقلیط نے پھر لالہ سے یہی سوال پوچھا۔ تو نیل فائل کرتی امامہ ان کی طرف متوجہ ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔

"مس امامہ، پلیز" ان کو مس لالہ کے بارے میں بتا دیں۔ یہ ضرور بتایئے کہ مس لالہ کون ہیں؟" لالہ نے سنجیدگی سے امامہ کو مخاطب کیا تو وہ ایک پل میں ان کی شرارت سمجھ گئی۔ وہ اسی کی نقل کر رہے تھے، غلطی اس کی اپنی تھی کہ وہ آفس میں پہلے دن کا ہارون صاحب کو نہ پہچاننے والا قصہ ان کو من و عن بتا چکی

CamScanner

تھی۔

"تم دونوں ٹھہرو ذرا، میں ابھی امی کو بتاتی ہوں۔"

"ہم تو ابھی ٹھہریں گے۔ آپ اپنی خیر منائیں، آپ اب یہاں نہیں ٹھہریں گی۔" فارقلیط کی اس بات پر وہ چونک اٹھی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"۔

"مطلب یہ کہ چھ نندیں ایک ٹینک نما ساس اور پھر تو "میں میں"۔"

اب کے لالہ نے جواب دیا تو اس کی چھٹی حس جاگ اٹھی کہ ضرور کوئی گڑبڑ ہے۔ ان دونوں سے پوچھنا "آبیل مجھے مار" کے مترادف تھا۔ مگر ویسے پتہ کیسے چلتا کہ بات کیا ہے۔

"لو جی یہ تو گئیں کام سے، ابھی سے ڈائیلاگز سوچنا شروع ہو گئیں جن سے جاتے ہی نندوں پر حملہ آور ہوں گی۔ ویسے آپی! فکر نہ کریں۔ میں ہفتہ میں ایک بار گلی میں ہونے والی بوا نذیراں اور اس کی بہو کی لڑائی دیکھ لیا کروں گا۔ ان کے مکالمے آپ کو لفظ بہ لفظ لکھ کر ارسال کر دیا کروں گا۔ بس ایک رٹا لگانے کی دیر ہو گی پھر آپ بنیں گی بابرہ کی پڑوسن۔" فارقلیط نے اسے چپ بیٹھے دیکھ کر چھیڑا اور ساتھ ہی مفت مدد کرنے کی پیش کش بھی کی۔

"تم یونہی بکواس کرتے رہنا۔ کبھی کام کی بات بھی کر لیا کرو۔" اب کے وہ چڑ اٹھی۔

"کام کی بات یہ ہے کہ تین عدد پروزلز آئے ہوئے ہیں بلکہ امی کی مٹھی میں ہیں، ابو کے آنے کی دیر ہے آپ ہوں گی اور بینڈ باجے۔" فارقلیط اس سے زیادہ باخبر تھا، اسے حیرت ہوئی تھی، اور وہ خود کتنی بے خبر تھی۔

دروازے پر دستک سے وہ سر اٹھا کر دروازے کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"پلیز کم ان!"

"اسلام علیکم سر!" بائٹل گرین شرٹ، وائٹ شلوار اور وائٹ ہی ڈوپٹے میں بالوں کو سبز ربینڈ میں جکڑے، میک اپ نامی کسی کثافت سے پاک اس کا روشن اور صبیح چہرہ ان کے سامنے تھا۔ وہ احتراماً" اٹھ کھڑے ہوئے۔

"آیئے مس امامہ چوہدری۔" خود پر سنجیدگی اور لاتعلقی کی دبیز تہہ چڑھائے آفیشلی مسکراہٹ کے ساتھ انہوں نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور خود بھی سیٹ سنبھال لی۔

"یہ P C کو ذرا چیک کر لیں پلیز Stuck ہو گیا ہے۔ کوئی کمانڈ Accept نہیں کرتا شاید ہارڈ ڈسک میں فالٹ ہے، اعظم چیمہ نے صبح دیکھا تھا۔ وہ تو کہہ رہا ہے کہ Formate ہو گی C Drive آپ بھی تو ایکسپرٹ ہیں۔ شاید آپ غلطی پکڑ لیں کہ کہاں گڑبڑ ہوئی ہے۔"

تفصیل سے اسے آگاہ کر کے انہوں نے ساتھ ہی اس پر ذمہ داری بھی ڈال دی تھی۔ گویا کمپیوٹر کو رننگ کنڈیشن میں لانا بھی اسی کے ذمہ داری تھی۔

"او کے سر! میں دیکھتی ہوں۔" اعتماد سے کہتی ہوئی وہ P C کے سامنے چیئر پر آبیٹھی۔ کی بورڈ پر تیزی سے چلتے اس کے ہاتھ ہارون کو ورطہ حیرت میں ڈال رہے تھے۔ P C کو کولڈ بوٹ کر کے چند لمحوں کے لیے رکی تھی۔ ہارون خواجہ کو بالکل اپنے پاس کھڑے دیکھ کر وہ نجانے کیوں گھبرا اٹھی۔

اتنی بولڈ ہو کر خود سے گھبراتا دیکھ کر وہ نجانے کیوں مسکرا اٹھے تھے۔

"ہمیں بھی کچھ بتاتی جائیں، ہم بھی مستفیض ہو جائیں۔ آپ کی آمد سے یہ فائدہ تو ہوا ہے کہ کمپیوٹر سیکشن کے آئے دن کے پرابلمز بالکل ختم ہو چکے ہیں۔"

نجانے طنز تھا یا ستائش، وہ ان کے لہجے سے کچھ بھی نہ سمجھ سکی تھی۔ ان کے وجود سے "مشتی ون مین شو" کی مسحور کن خوشبو امامہ کے کام میں رکاوٹ بن رہی تھی۔ "توبہ کیا ہو رہا ہے، اتنی کمزور تو نہیں ہوں میں"۔ خود کو سرزنش کرتے ہوئے اس نے دوبارہ نظریں۔ سکرین پر جما دیں۔

"ان ایفیکٹ ہارڈ ڈسک میں پرابلم ہے۔ اس سے پہلے آپ اگر بلینک Formatted فلاپی ڈرائیو اے میں انسرٹ کر

کے سسٹم فائلز کاپی کر لیں تو بہتر ہے، فی الحال تو کمانڈ غلط دی گئی ہے جو یہ ایکسپیٹ نہیں کر رہا اس لیے سٹک ہو رہا تھا۔ یہ لیں آپ کام کر سکتے ہیں۔"

ان کو دھیرے دھیرے بتاتے ہوئے وہ P C کو دوبارہ Run کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

"ہارڈ ڈسک کو فارمیٹ کروانے کا مطلب بالکل ایسا ہوتا ہے۔ جیسے آپ ایک بالکل نئے کپڑے کے ٹکڑے کر دیں یا دھجیاں اڑا دیں۔ فارمیٹ کے بعد ہارڈ ڈسک کی Capasity ون فورتھ رہ جاتی ہے۔" انتہائی مشاقی سے فائلز، ڈائریکٹرز چیک کرتے ہوئے اس نے مزید بتایا۔

"بہت اچھے مس امامہ چوہدری! آپ تو ہماری بھی استاد نکلیں۔" ان کے منہ سے نکلنے والے یہ تعریفی کلمات نجانے کیوں اسے سر تا پیر خوشی دے گئے وہ نہال ہو گئی تھی۔

"او کے سر۔" ان کا ایک ہاتھ اس کی کرسی کی بیک پر تھا اور دوسرا ٹیبل پر جما اور انہیں بالکل قریب P C کی سکرین کے سامنے جھکے دیکھ کر وہ جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بیٹھیں پلیز۔" اسے جانے کے لیے پر تولتے دیکھ کر انہوں نے جان بوجھ کر اسے آفر کی۔

"جی شکریہ...... میں چلتی ہوں۔ ابھی بہت کام پڑا ہے۔" نجانے کیوں ان کی گہری بولتی آنکھوں کے سامنے وہ رک نہیں سکتی تھی۔

"ٹھیک ہے جائیں۔" آخر انہیں اس پر رحم آ ہی گیا۔ حالانکہ وہ قابل رحم تھی نہیں۔ وہ تو دوسروں کو ناکوں چنے چبوا دیتی تھی۔ ان سے نجانے کیوں گھبراتی تھی۔

*_*_*

"میرا خیال ہے، اب ہمیں تیسرا فرد گھر لے آنا چاہیے تاکہ کچھ رونق ہو جائے اور ہم بھی گھر کو گھر سمجھیں۔"

ہارون کو نہیں بے دلی سے بار بار ڈش کے چینل بدلتے دیکھ کر ابراہیم صاحب نے اپنی خواہش کا اظہار کر دیا۔

"تیسرا فرد کون؟" اسکرین پر نظریں جمائے انہوں نے لاپروائی سے پوچھا۔

"میری بہو اور تمہاری دلہن۔" ابراہیم صاحب کے اتنے اطمینان سے کہنے پر وہ حیران ہی تو رہ گئے۔

"یہ تو آپ یوں کہہ رہے ہیں جیسے "بہو صاحبہ" دروازے سے باہر کھڑی ہیں۔ بس میرے کہنے کی دیر ہے آپ جھٹ اندر لے آئیں گے۔" وہ شرارت سے گویا ہوئے۔

"تم ہاں تو کرو۔ میں جھٹ پٹ نہ لے آؤں تو کہنا۔" انہوں نے دعوے سے کہا۔

"پھر تو واقعی کچھ کرنا چاہیے۔ ویسے کون ہے جسے آپ سلیکٹ کر چکے ہیں؟"۔

"سلیکٹ تو وہی ہو گی جو تمہارے من کو بھائے گی۔ ہمارا کیا ہے؟ کونے میں پڑے رہا کریں گے۔"

ان کے یوں کہنے پر وہ تڑپ اٹھے۔ "اگر یہ بات ہے تو کوئی بھی یہاں نہیں آئے گی۔" وہ حتمی طور پر بولے تھا۔

"ارے میں تو مذاق کر رہا تھا۔" اصل بات تو پھر گول ہو گئی۔

"ہاں تو جناب یہ بتاؤ کہ امامہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ بقول خورشید کے۔ اگر اس کا کوئی بیٹا ہوتا تو وہ اس ہیرا لڑکی کو کبھی بھی ہاتھ سے جانے نہ دیتا اور میرا خیال ہے کہ میرا بیٹا ہے لہٰذا کیوں نہ اس ہیرے کو ہم گھر لے آئیں۔"

"ڈیڈی! آپ اپنی رائے دے رہے ہیں یا فیصلہ سنا رہے ہیں۔"

"فیصلہ تو بیٹا آپ کا ہو گا۔ ہماری تو صرف رائے ہو گی۔"

"مما کے بعد مجھے یوں لگتا تھا جیسے میری زندگی صرف آپ تک محدود ہے۔ مگر اب لگ رہا ہے جیسے ایک اور وجود ہے جو اپنی طرف مائل کر رہا ہے۔" باپ کے کندھے پر سر رکھے وہ دل کا بھید کھولتے چلے گئے۔

"واہ یار! میرے تم تو پکے شاعر نکلے ہو، تمہارے باپ کو تو کبھی ایک لفظ محبت کا بھی کہنا نہ آیا۔ یہ تم کس پر گئے ہو۔" انہوں نے خوشدلی سے اسے چھیڑا۔

"میں اپنے باپ کی جوانی کے دنوں پر گیا ہوں۔" وہ بھی جواباً" شرارت سے بولے تو انہوں نے ایک زور دار دھپ اس کے شانے پر رسید کی اور قہقہہ لگا اٹھے۔

۔۔۔۔*

"جی مس امامہ! ایک ہفتہ کی چھٹی کس لیے؟ آپ کو علم ہے کہ کتنا کام رک جائے گا۔ اب جبکہ دو تین پارٹیز بھی آئی ہوئی ہیں۔"

ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی اس نے چھٹی کی درخواست اندر بھیجی تھی۔ اور فوراً" ہی اس کی طلبی ہو گئی تھی۔

"ان فیکٹ میرے فادر امریکہ سے آرہے ہیں۔ اور پھر شاید میری انگیجمنٹ بھی اسی ہفتے ہو۔" بڑے حوصلے سے اس نے مطلع کیا تھا۔

"واٹ!" وہ ششدر رہ گئے تھے اس خبر پر۔ ابھی کل ہی تو ڈیڈی سے بات ہوئی تھی اور طے ہوا تھا کہ وہ جلد ہی امامہ کے گھر جائیں گے۔ اوہ نو۔ دماغ میں ایک دم سائیں سائیں سی شروع ہو گئی تھی ہاتھوں میں پکڑی درخواست انہوں نے پیپر ویٹ کے نیچے مرے مرے ہاتھوں سے دبائی۔

"ٹھیک ہے۔ لیکن ایک ہفتہ کا مطلب ہے ایک ہفتہ' ایک دن بھی مزید نہیں۔" اور پھر اس کے روم سے باہر جاتے ہی وہ بے جان سے ہو کر بیٹھ گئے۔

"واہ ہارون خواجہ بس اتنے دن کی خوشی ملی تھی۔ ابھی تو صرف ارادوں اور خیالوں میں بسیرا کیا تھا۔ یہ کیا خواب ہی نوچ لیا گیا۔ ڈیڈی کو کیا بتاؤں گا۔ شاید ہماری قسمت میں یونہی اکیلے رہنا ہے۔" وہ حد درجہ مایوسی کا شکار تھے۔

کمرے میں گھٹن مزید بڑھ گئی تھی۔ گاڑی کی چابیاں اٹھائے وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتے آفس سے باہر نکلتے گئے۔

"سوری امی! میں مہمانوں کے ساتھ بالکل نہیں جاؤں گی میں کوئی قربانی کا بکرا نہیں ہوں کہ آپ منڈی میں لے جا کر مجھے پسند کروائیں۔ اگر کسی کو مجھ سے شادی کرنی ہے تو کرے ورنہ نہ سہی۔" وہ غصے میں جو منہ میں آرہا تھا بولے جا رہی تھی۔

"تم دنیا کی لڑکیوں سے نرالی نہیں ہو۔ سب کی شادیاں ہوتی ہیں اور سب سسرال والوں کے سامنے جاتی ہیں۔" اس کی نئی منطق سے سعیدہ بیگم چڑ اٹھیں۔

"جاتی ہوں گی اور جاتی رہیں۔ مگر میں نرالی ہی ہوں آپ ماؤں نے ہی یہ ریت شروع کی ہے۔ خود اپنی بیٹیوں کو سلیکٹ اور ریجکٹ کی سند عنایت کروائی ہیں پہلے بیٹیوں کو سجا کر پیش کیا جاتا ہے پھر بہوؤں کے لیے ڈیمانڈ کرتی ہیں۔ ایک ایک گھر جا کر کھائی کر لڑکی میں کیڑے نکال کر آجاتی ہیں۔ کوئی موٹی ہے تو کوئی قد سے چھوٹی نظر آتی ہے۔ کسی کا رنگ توے جیسا کالا لگتا ہے تو کسی کے دانت ترچھے اونچے نظر آتے ہیں کسی کی عینک لگنے پر اعتراض ہے۔ تو کسی کی عادتیں چالاکی میں شمار کر دی جاتی ہیں۔ اگر کہیں کوئی حور نظر آئے تو بد قسمتی سے اکثر وہ کسی غریب کے گھر میں ہی ملتی ہے۔ اس کی غربت اس کا عیب بنتی ہے۔" وہ انتہائی جلی کڑھی بیٹھی تھی۔

"یہ تمہیں ہو کیا رہا ہے؟ میں تو پچھتا رہی ہوں تمہیں کھلی چھٹی دے کر۔ تمہارے اپنے ہی نظریے اور خیالات ہو گئے ہیں۔ تم زمانے سے ہٹ کر کوئی کام کر لو گی۔" انہوں نے جھنجلاتے ہوئے اسے لتاڑا۔

"آپ ہی سمجھائیں اپنی صاحبزادی کو۔ آپ کی دی ہوئی شہ کی بدولت ہی یہ بگڑی ہے۔ اب آئے ہیں تو خود ہی نمٹائیں۔ سنبھالیں اسے۔ یہ مجھے بہت تنگ کرتی ہے۔ لے جائیں ساتھ ہی اپنے امریکہ۔" باسط صاحب کو اندر آتا دیکھ کر انہوں نے اس کی شکایت کی تو وہ مسکرا اٹھے۔

"میں تو جس دن سے آیا ہوں تمہیں ہر وقت اسے ڈانٹتے ڈپٹتے ہی دیکھ رہا ہوں۔ اتنے اچھے عہدے پر ہے ہماری بیٹی مگر گھر میں کوئی قدر نہیں۔" امامہ کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھتے ہوئے انہوں نے ہمیشہ کی طرح اس کی سائیڈ لی تو سعیدہ بیگم ناراضگی کا اظہار کرتی اٹھ کر باہر چلی گئیں۔

۔۔۔۔*

"مس یاسمین! آپ کا مس امامہ سے کوئی رابطہ ہے۔"

فائلیں ترتیب سے رکھتی یاسمین سے انہوں نے سرسری سے انداز سے پوچھا۔ تو اس نے پہلے چونک کر ان کی طرف دیکھا اور پھر کسی سوچ سے اس کے ہونٹوں پر دھیمی سی مسکان اتر آئی۔

قبل اس کے کہ یاسمین انہیں کوئی جواب دیتی مس انیقہ نے انٹر کام پر امامہ کی آمد کی اطلاع دی "مس یاسمین! آپ جائیں اور مس امامہ چوہدری کو اندر بھیجیں۔"

نجانے کیوں ان کا لہجہ بدل گیا تھا اس کی آمد کا سنتے ہی حالانکہ اب تو وہ ہر حد و اختیار سے باہر نکل چکی تھی۔ ان کی دسترس' خوابوں سے کوسوں دور تھی وہ۔

دروازہ پر ہلکے سے دستک دے کر وہ اندر چلی آئی' اور وہ ہمیشہ کی طرح احتراماً" کھڑے ہو گئے۔

دھیرے سے سلام کرتی وہ ان کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"کیسی گزریں چھٹیاں آپ کی' ابھی تو دو چھٹیاں رہتی ہیں آپ کی مس امامہ۔"

ان کے حساب و شمار پر ذرا سا چونکی تھی۔ مگر پھر نارمل ہو گئی کہ یہ اس کا وہم بھی تو ہو سکتا تھا۔ ضروری تو نہیں تھا کہ جو وہ محسوس کرتی تھی وہی بات حقیقت میں بھی ہوتی زرد رنگ کے ہلکی ہلکی ایمبرائڈری والے کاٹن کے سوٹ میں وہ نجانے کیوں انہیں فریش نظر آنے کے بجائے مرجھائی اور ستی ستی سی لگی تھی۔ حالانکہ اسے تو خوش نظر آنا چاہیے تھا منگنی کروا کر آئی تھی

"سر! میں آج ہی سے دوبارہ جوائن کر رہی ہوں۔" یہ کہہ کر وہ یوں اٹھ کھڑی ہوئی جیسے وہ یہی کہنے کے لیے آئی تھی۔

"آپ کو مبارک ہو منگنی کی۔ میری طرف سے بھی اور اسٹاف کی طرف سے بھی۔" نجانے کس دل سے انہوں نے مبارکباد دی تھی رسم دنیا تو نبھانا تھی۔ سو نبھادی۔

"سر! مبارکباد دینا فضول ہے۔ کیونکہ منگنی ہوئی بھی اور ٹوٹ بھی گئی۔" جس طرح اس نے ایک دن منگنی کی اطلاع دے کر انہیں ششدر چھوڑا تھا' اسی طرح آج منگنی ٹوٹنے کی اطلاع دے کر ہکا بکا کر دیا تھا' بخدا انہوں نے کبھی بھی یہ نہ چاہا تھا' وہ تو اس کے لیے دعا گو رہے تھے چند ثانیے ان دونوں کے درمیان سکوت طاری رہا' اس نے بے مقصد دو تین بار فائل کو میز سے ادھر ادھر کیا۔ بالآخر خاموشی کو ہارون نے توڑا۔

"مس امامہ! اگرچہ یہ ذاتی سا سوال ہے۔ اگر آپ پسند کریں تو جواب دے دیں ورنہ مت دیں۔"

"جی! آپ پوچھیں۔" ان کی توقع کے خلاف وہ اتنی نرمی سے بولی تھی۔ ورنہ وہ تو سمجھ رہے تھے کہ وہ بھڑک اٹھے گی ذاتی سوال کہنے پر۔

"اتنی کم مدت میں بات طے ہونا اور پھر ختم ہونا۔" ان کا سوال وہ سمجھ گئی تھی' اس لیے اس کے چہرے پر ایک طنزیہ مسکراہٹ تھی۔

"لڑکے والوں کو میری ایک شرط ناگوار گزری تھی۔ اس لئے یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ اور ویسے بھی اگر لڑکی والے بھی ویسی ہی سوچ کے مالک ہوں تو پھر میری طرح کی لڑکیاں اسی طرح بقول میری والدہ کے "نہ ادھر کی رہتی ہیں اور نہ ادھر کی۔"

"ایسی کون سی شرط تھی؟" انہوں نے مزید ہمت کی۔

"سوری۔۔۔ یہ میں نہیں بتا سکتی؟" کورے پن سے جواب دیتی وہ پھر ان کو صدیوں کے فاصلے پر کھڑی دکھائی دی تھی۔ لہٰذا بہتر یہی تھا کہ وہ مزید کچھ نہ پوچھتے۔

۔۔۔۔*

"امامہ! ادھر آؤ۔۔۔" امی کی پکار پر وہ کچن میں ہی ان کے پاس چلی آئی۔

"بیٹھو!" سبزی بناتے بناتے انہوں ذرا کی ذرا اپنا ہاتھ روکا اور موڑھا خالی کر کے اسے بیٹھنے کی جگہ دی۔ اس کی طلبی اور وہ بھی کچن میں' وہ سمجھ گئی تھی کہ ضرور کوئی ایسی بات ہے جسے وہ صرف اس سے کرنا چاہ رہی ہیں۔

"تمہاری کوئی پسند ہے؟" اتنا زبردست حملہ تھا اس پر کہ ایک لمحے کے لئے وہ ساکت ہی رہ گئی تھی۔ امی سے دوستی ضرور تھی مگر اتنی بھی نہیں تھی کہ یوں ڈائریکٹ یہ سوال۔۔۔

"میں نے کچھ پوچھا ہے۔" اب کے اسے ان کا لہجہ نجانے کیوں انتہائی سخت لگا تھا۔

"آپ یہ کیوں پوچھ رہی ہیں؟"۔ اس نے بھی ہمت کر ہی ڈالی تھی۔

"اس لئے کہ صرف تمہاری فضول حرکتوں اور بے جا ضد کی وجہ سے اتنا اچھا رشتہ ہاتھوں سے گیا۔ باپ تمہارا سال بعد چند دنوں کے لئے آتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ ساری ذمہ داری میرے سر ہے۔ تمہیں اتنا پڑھانے لکھانے کا یہ مقصد ہرگز نہیں تھا کہ اب تم ہر کام میں نئی منطق نکالو۔"

"اگر اپنے حق کے لئے اسٹینڈ لینا کوئی منطق یا کوئی فضول حرکت ہے تو پھر سوری۔۔۔ میں یہ فضول حرکت بار بار دہراؤں گی اور یہ منطق بھی پیش کروں گی۔" امی کی سخت باتوں پر جواباً وہ بھی سلگ اٹھی تھی۔

"رہ گئی بات پسند ناپسند کی۔ تو میرے نزدیک یہ سب بکواس چیزیں ہیں۔ آپ پر اگر میں کچھ زیادہ ہی بوجھ بن گئی ہوں۔ اور آپ کو جلدی ہے یہ بوجھ اتار پھینکنے کی تو بھی میری شرط بدستور قائم ہے۔" وہ بھی ضد کی پکی اور منہ پھٹ ہی تھی کہہ گئی۔

"اپنے ابو کے سامنے اپنی شرط بیان کرتیں۔ تو ان کو بھی پتا چلتا اتنی ڈھیل دینے کا۔ وہ تو خود فون پر کل حیران و پریشان تھے کہ اچھی خاصی بات طے ہوتی چھوڑ کر گئے ہیں۔ لوگ بھی بہت اچھے تھے۔ یہ صرف دو دنوں میں ایسی کیا بات ہوگئی۔ کہ سارا معاملہ ہی چوپٹ ہوگیا۔ صرف تمہاری خاطر امامہ! مجھے زندگی میں اتنا بڑا جھوٹ بولنا پڑا ان سے۔ کہ لڑکے نے انکار کیا ہے منگنی سے۔ ایک بار تو ایسا میں نے کر دیا ہے مگر اب دوبارہ ایسا کبھی بھی نہیں کروں گی۔ لالہ بھی تمہارے برابر ہوگئی ہے۔ مجھے اس کی بھی فکر ہے۔ تمہیں اپنا نہیں تو اس کا خیال کرنا چاہئے۔ تمہاری ان حرکتوں سے کوئی اسے بھی نہیں پوچھے گا اور پھر سسرال میں عزت دولت یہ سب تو قسمت کا کھیل ہوتا ہے۔ مقدر کی بازی ہوتی ہے۔ کوئی ہارا ہوا جیت جاتا ہے اور کوئی جیتا ہوا ہار جاتا ہے۔ کبھی شرطوں پر بھی شادیاں ہوئی ہیں؟ اور پھر لڑکی والوں کی شرائط کیا حیثیت رکھتی ہیں۔"

غصے سے بولتے بولتے انہوں نے یکدم اپنا لہجہ نرم کر لیا۔ کہ تھی تو ان کی بھی وہ لاڈلی ہونہار بیٹی۔ جس نے ہمیشہ ہر میدان میں ان کا سر فخر سے بلند کیا تھا۔ اب نجانے کیوں اتنے اہم معاملے میں وہ ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔

"کیا بات کرتی ہیں امی؟ لڑکی والے کوئی شرط کیوں نہیں منوا سکتے۔ لڑکے والے آسمان سے لکھوا کر لاتے ہیں کہ وہ جو مرضی شرط گلے میں انگوٹھا دے کر لڑکی والوں سے پوری کروائیں۔ اب وہ زمانے گئے۔ جب لڑکی والے آندھا دھند آنکھیں بند کر کے رشتے طے کرتے تھے۔ لڑکے والوں کو سر پر چڑھا لیتے تھے۔ اب تو دونوں ہاتھ برابر ہیں۔ اور پھر یہ کوئی ایسی غیر شرعی یا غیر اخلاقی شرط بھی نہیں جو ان کو ناگوار گزری ہے۔ میرا قصور یہی ہے ناں کہ آپ کے انکار پر میں نے خود فون کر کے ان کو کہہ دیا تھا۔ ان کے ذہنی معیار کا اندازہ اسی بات سے ہوگیا ہے کہ اگلے دن ہی انکار کر دیا۔ اچھا ہوا خدا نے بہتر کیا ہے۔"

اس نے سچائی سے تلخ حقیقت کو دوہرایا تو سعیدہ بیگم کا حلق تک کڑوا ہوگیا۔

"بیٹھی رہو گی یونہی۔ عمر گزر جائے گی شرطیں منوانے میں۔" انہوں نے اسے ڈرانا چاہا۔

"گزرنی ہے تو گزر جائے۔ الحمدللہ میں خود اپنا بوجھ اٹھا سکتی ہوں۔"

"اسی بات نے تمہارا دماغ خراب کر دیا ہے۔ کیا ساری زندگی اس فرم میں گزار دو گی۔" اس کی بات پر ان کو پھر طیش آگیا۔

"ان باتوں کو چھوڑیں امی! آپ صرف میری تسلی کر دیں۔ اگر آپ مجھے قائل کر لیں تو میں پیچھے ہٹ جاؤں گی۔ جو مرضی پھر کر لیجئے گا۔ بس آپ میرے سوالوں کا جواب دے دیں۔" سنجیدگی سے کہتے ہوئے

اس نے ان کے ہاتھ سے چھری لے کر ایک طرف رکھ دی۔

"بولو۔۔۔!" انہوں نے نیم رضامندی سے کہا۔ تو وہ مسکرا دی۔

"آپ جب بازار جاتی ہیں کپڑے لینے۔ تو کیا وہاں جا کر دوکاندار سے صرف یہ کہتی ہیں کہ کپڑا دے دیں۔"

"نہیں۔ اگر کاٹن لینا ہو تو کاٹن میں مختلف کلرز ورائٹی دیکھتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے کپڑے دیکھتے ہیں۔" انہوں نے سادگی سے تفصیلاً اسے بتایا۔

"یہی تو چیز ہے جو لوگوں کے پلے نہیں پڑتی۔ اگر ہم عام زندگی میں۔ روزمرہ کی عام سے عام چیز بھی بغیر چھان بین کئے بھاؤ تاؤ کروائے بغیر نہیں لے سکتے تو پھر۔۔۔ تو پھر ساری زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ کیسے آپ لوگ صرف تین "ہاں ہاں" کہہ کر کروا دیتے ہیں۔ حق مہر گواہوں کے دستخط اور نام و شناخت ہی تک نکاح نامہ ختم نہیں ہو جاتا کبھی کسی نے زحمت کی ہے کہ "نکاح نامے" کو پڑھ ہی لے۔ نکاح نامے کا مقصد صرف زبانی کلامی "ہاں" کہہ دینے سے ہی پورا نہیں ہوتا ہے۔ اس پر موجود شرائط و ضوابط کو قابل غور سمجھا جائے تو یہ جو "طلاق" جیسے مکروہ فعل تک نوبت پہنچتی ہے یہ کبھی بھی نہ ہو۔

اگر صرف دونوں فریقین سے "ہاں" کہلوانا ہی نکاح ہے تو پھر نکاح نامے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ نکاح نامہ کیوں بنایا گیا۔ اس لئے کہ پڑھا اور پھر عمل بھی کیا جائے۔ آپ کی شادی کو اتنا طویل عرصہ ہوگیا ہے۔ آپ نکاح نامے کو اپنے پاس سنبھالے ہوئے ہیں۔ آپ پلیز مجھے بتا دیں۔ کوئی ایک پوائنٹ کوئی ایک شق۔ کہ نکاح نامے پر یہ تحریر ہے۔ آپ کی جنریشن نے تو زندگی گزار لی۔ مگر ہم تو زندگی باشعور کہلوا کر گزارنا چاہتے ہیں۔ یہ کوئی قبیح یا مکروہ فعل نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس پر حد بندی کی جا سکتی ہے۔ اس لئے میں "بارش کا پہلا قطرہ ہی سہی" اس بے شعور ذہن کی دھرتی پر گروں گی ضرور۔ مجھے اپنی میڈم سے کیا قول کبھی بھی نہیں بھولے گا۔ انہوں نے کہا تھا کہ۔

"میں نے تمہارے ہاتھ میں ایک شمع جلا کر پکڑا دی ہے۔ اس شمع سے مزید شمعیں روشن کرنا اور پھر مزید سے مزید روشنی کرتے جانا تمہارا کام ہے۔"

اور گستاخی معاف۔ مجھے اندھیروں کی دنیا کا باسی نہیں بننا اور نہ ہی کہیں کسی مظلوم "بمبو" کا رول ادا کرنا ہے۔ مجھے اپنے حق اور حقوق کے لئے لڑنا ہے بالکل اسی طرح جس طرح لڑنا چاہیے۔ یہ مت جانیے کہ فرائض سے کوتاہی ہوگی۔ نہیں فرائض تو سرفہرست ہیں۔ ہاں حقوق کی جنگ جاری ہے۔"

سعیدہ بیگم حیرانی سے چپ سادھے اس کی باتیں سن رہی تھیں۔

ان کی بیٹی اتنی حساس اور گہری سوچ کی مالک ہوگی۔ ان پر آپ انکشاف ہوا تھا۔ وہ تو محض اس کی ضد سمجھ رہی تھیں۔ اور امامہ کی یہ ضد کہ وہ شادی سے پہلے نکاح نامے سے اپنی شرائط منوائے گی' ان کے خیال میں اس کا دماغی خلل تھا۔ مگر اس کی باتوں نے ان کی آنکھیں بھی کھول دی تھیں۔

"بیٹا! تم اپنی جگہ سچی ہو۔ میں نے مانا۔ مگر یہ زمانہ کبھی بھی یہ بات تسلیم نہیں کرے گا' اور نہ ہی اتنا حق لڑکیوں کو دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے بہتر اور کامیاب مستقبل کے لئے خود کوئی قدم اٹھائیں۔ اس لئے اب اگر کسی پروپوزل پر ہم مطمئن ہوئے تو تم پلیز بیٹا کوئی ضد مت کرنا۔ ہمیں اپنے فرض سے سرخرو ہونے دو۔ جب تم ہماری اسٹیج پر پہنچو گی تو پھر یہ سب کر لینا۔" وہ اس سے مشفق ہوتے ہوئے بھی قطعی لہجے میں بولیں۔

"سوری امی۔! آپ میں اور مجھ میں یہی فرق ہے۔ میں حالات کے ساتھ نہیں بہوں گی بلکہ حالات کو اپنے ساتھ چلاؤں گی۔ میں خود کو کسی بھی غلط ریت کی بھینٹ نہیں چڑھاؤں گی۔" وہ بھی قطعیت سے کہتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"خدا ہی تمہارے حال پر رحم کرے۔" سعیدہ بیگم نے جھنجلا کر پھیلے ہوئے آلوؤں کو دوبارہ چھیلنا شروع کر دیا۔

*_*_*

موسم تبدیل ہو رہا تھا۔ لہٰذا وہ بھی موسم کی زد میں آگئی تھی۔ سخت فلو کی وجہ سے وہ ایک ہفتہ بستر سے نہ اٹھ سکی تھی۔ دفتر سے بالکل رابطہ کٹا ہوا تھا۔ یاسمین سے بھی کوئی رابطہ نہ تھا۔

"ملا کی دوڑ مسجد تک۔ دو چار دن اور ریسٹ کرلیں۔ آپ کے بغیر ان کی مشینری جام نہیں ہو جائے گی۔" اسے آفس کے لیے تیار ہوتا دیکھ کر۔ فارقلیط حسب عادت بول پڑا۔

"تم مشورے چھوڑو۔ آفس فون کردو کہ آج پک کرلیں۔"

"توبہ! میں تو مشورہ دے کر گنہگار ہوتا ہوں۔ ادھر میں نے کچھ کہا ادھر آپ نے کوئی حکم جاری کیا۔" وہ منہ بناتا نمبر ڈائل کرنے لگا۔

*_*_*

"کیسی ہیں آپ۔ چھٹیاں زیادہ کرنے لگ گئی ہیں آپ۔" غیر متوقع طور پر وہی سب سے پہلے اس سے ٹکرائے تھے اور بڑے جوش سے بولے تھے۔

"آپ نے کون سا خیریت معلوم کرلی؟" نجانے کیوں بے اختیار اس کے ہونٹوں پر شکوہ در آیا۔

"ارادہ کیا بھی اور توڑا بھی۔ کہ نجانے آپ کیا سمجھیں۔" انہوں نے دھیمی سی مسکان سے اسے پرشوق نگاہوں سے گھورتے جواباً کہا۔ تو وہ ان کی نگاہوں سے گھبرا اٹھی۔

"کمپیوٹر سیکشن میں ہر بندہ منتظر ہے آپ کا۔۔۔ اور ادھر۔۔۔"

"اور ادھر۔۔۔" ان کے بات ادھوری چھوڑنے پر اس نے سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

"ادھر ہم بھی منتظر تھے آپ کے۔" گمبھیر لہجے سے کہتے وہ تیزی سے آگے بڑھ گئے۔ جبکہ اسے اپنی دھڑکنوں پر قابو پانا مشکل ہو گیا۔

*_*_*

"یہ انیقہ نظر نہیں آئی۔ پہلے تو ایک آدھ چکر لگا لیتی تھی۔" لنچ ٹائم میں وہ انیقہ کی غیر حاضری کا پوچھے بنا نہ رہ سکی۔ کیونکہ انیقہ کو کئی بار وارننگ مل چکی تھی لیٹ آنے پر۔

"آپ کو نہیں پتا۔" یاسمین کو اس کی لاعلمی پر حیرت ہوئی۔

"نوٹس دیئے جانے کے باوجود اس کی روٹین تبدیل نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے اسے کل فارغ کردیا گیا ہے جاب سے۔"

"واٹ۔۔۔ اتنی سی بات پر اتنا بڑا قدم۔" اسے اختلاف ہوا اس اقدام سے۔

"سر ہارون بہت جانتے ہیں۔" یاسمین نے کندھے اچکائے۔

"تم ٹھہرو۔ میں ابھی آتی ہوں۔" لنچ ادھورا چھوڑ کر وہ آفس کی طرف بڑھ گئی۔

"سر! آپ نے یہ زیادتی کی ہے۔ لیٹ آنے کی سزا کوئی اور بھی تو ہو سکتی تھی۔ جاب سے فارغ کردینا کہاں کا انصاف ہے؟"۔ جاتے ہی وہ حسب عادت پھٹ پڑی تھی۔

"آئیں میرے ساتھ۔" اس نے کبھی انہیں غصے میں نہیں دیکھا تھا۔ نجانے اس کی تفتیش بری لگی تھی انہیں یا۔۔۔ وہ کشمکش میں پڑ گئی۔

"چلیں۔" انٹرکام پر یاسمین کو میسج دے کر انہوں نے اسے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور پھر مجبوراً وہ چپ چاپ ان کے پیچھے چلتی گئی۔ چونکی تو اس وقت جب پارکنگ سے گاڑی نکالی۔

"آئیں پلیز۔" فرنٹ ڈور کھول کر انہوں نے اسے بیٹھنے کو کہا۔

"مگر کہاں۔۔۔؟" بیٹھتے ہوئے اس نے پھر پوچھنا چاہا۔

"آپ چلیں گی تو پتا چل جائے گا۔۔۔" سختی سے جواب دے کر انہوں نے تیزی سے گیئر لگایا۔ اور زن سے گاڑی آگے بڑھا دی۔

"جائیں مس امامہ۔ اندر جا کر صرف ایک نظر غور سے دیکھ آئیں۔" گاڑی کافی شاپ کے سامنے روکتے ہوئے انہوں نے اسے اندر جانے کو کہا۔ تو وہ مزید الجھ گئی۔

اور پھر اس الجھن کا سرا انیقہ کو وہاں موجود دیکھ کر

اس کے ہاتھ آ گیا۔

ہارون کی ہدایت کے مطابق صرف اک سرسری نظر سے اس نے دیکھا تھا اسے۔ اور جلدی سے گاڑی کی طرف پلٹ آئی تھی۔

"مجھے یہ دکھانے کا کیا مقصد ہے؟" ہارون خواجہ کو خاموشی سے لب بھینچے گاڑی ڈرائیو کرتے دیکھ کر وہ تنک کر بولی۔

"آپ کو اعتراض تھا کہ مس انیقہ کو جاب سے فارغ کیوں کیا گیا؟ اس اعتراض کا جواب تو آل ریڈی آپ جانتی ہیں کہ وہ پنکچوئل نہیں تھی اور دوسری بڑی وجہ یہ تھی جو ابھی آپ کو دکھائی ہے۔ مس انیقہ کی ڈیلی روٹین یہاں آنا ہے۔ شاید یہ راز ہی رہتا اگر ایک دن ان کے گھر سے ایمرجنسی کال نہ آتی۔ موصوفہ نے آفس سے چھٹی لی ہوئی تھی اور گھر سے آفس آئی ہوئی تھیں۔ اوپر سے قسمت کی ستم ظریفی یہ ان کی۔ کہ میں نے یہاں ٹریس کرلیا۔ اگرچہ یہ ذاتی معاملہ ہے ان کا۔ مگر میں نہیں چاہتا کہ میرے ادارے سے منسلک کوئی بھی شخص دوسروں کے لیے کوفت یا شرمندگی کا باعث بنے۔ اور پھر آفس کے ورکرز سے انجان ہوتے ہوئے بھی میں سب کو ذاتی طور پر جانتا ہوں۔" اسے کوفت میں مبتلا دیکھ کر انہوں نے ساری وجہ بتا دی تو ایک بار پھر وہ شرمندہ ہو گئی اپنی سوچ اور غلط رویے پر۔

"سوری سر۔"

"چھوڑیں مس امامہ! کیسی باتیں کرتی ہیں آپ۔" وہ دھیرے سے کہتے اسے بہت بلندی پر نظر آئے۔

*_*_*

"امامہ بیٹے! کل کچھ لوگ آ رہے ہیں۔ تم آفس سے چھٹی کرلو۔" امی نے اطلاع دینے کے ساتھ ساتھ چھٹی کرنے کا حکم بھی جاری کیا تھا۔

"کل تو امی! میں کسی صورت بھی چھٹی نہیں کر سکتی۔ نئی فلائیٹ پر ڈیٹا فیڈ کروانا ہے۔ ویسے بھی روز روز کی اس نمائش سے میں تنگ آ چکی ہوں۔"

"دیکھو امامہ! اپنی ضد چھوڑو۔ بہت اچھے لوگ ہیں۔ اب تو میں کسی صورت بھی یہ رشتہ ہاتھ سے نہیں جانے دوں گی۔ نہ ساس نندوں کا جھنجھٹ ہے نہ دیور جیٹھ کا۔ اب میں تمہاری کوئی یکو اس نہیں سنوں گی۔ آفس چلی جانا مگر لنچ پر گھر پہنچنا ہے ہر صورت۔"

"دیکھوں گی۔۔۔" ان کو ڈٹے دیکھ کر اس نے بے دلی سے کہتے ہوئے دوبارہ تکیہ اٹھا کر منہ پر رکھ لیا۔ نجانے کیوں آنکھوں کے سامنے دو گہری گہری آنکھیں بار بار آ رہی تھیں۔

*_*_*

"سنو یاسمین۔۔۔! ایک چھوٹا سا کام کردینا میرا۔" انٹرنس پر بیٹھی یاسمین کو اس نے کچھ سوچ کر مخاطب کیا۔

"جی ضرور۔۔۔"

"اگر میرے لیے گھر سے کال ہو تو مت بلانا۔ کہنا میٹنگ ہے اور میں بزی ہوں۔" یاسمین سے کہہ کر جونہی پلٹی سامنے کھڑے ہارون کو دیکھ کر حیران اور شرمندہ ہو گئی۔

"بری بات۔ جھوٹ نہیں بولتے۔" وہ تو خود اسے آفس میں موجود دیکھ کر حیران تھے۔ ان کے خیال میں اسے لازماً گھر پر ہونا چاہئے تھا۔ کہیں یہ جان بوجھ کر تو ایسا نہیں کر رہی۔ نجانے کیوں اک ٹیس سی اٹھی تھی۔ وہ آگے بڑھ چکی تھی۔

"سر! آپ ٹھیک تو ہیں؟" ان کی پیشانی پر جمع قطروں اور چہرے کے بدلتے رنگ دیکھ کر وہ گھبرا اٹھی۔

"میں ٹھیک ہوں۔ شکریہ آپ اپنا کام کریں۔"

اور پھر آفس میں وہ کافی دیر رہے تھے۔ جان بوجھ کر گھر نہیں گئے مبادا کہ ڈیڈی اسے کوئی بری خبر نہ سنا دیں۔ امامہ کی دیر تک آفس میں موجودگی ان کے خیال کو تقویت بخش رہی تھی کہ اس نے انہیں ریجیکٹ کردیا تھا۔ یہ خیال، یہ سوچ ہی انہیں مارے ڈال رہی تھی۔

بڑی مشکل سے خود پر ضبط کا پہرہ لگائے وہ آفس سے نکلے اور گھر کو چلے تھے۔

*_*_*

اس کے گھر پہنچتے ہی بھونچال آگیا تھا۔ امی اسے دیکھتے ہی شروع ہو گئی تھیں۔

"ایسی کون سی میٹنگ تھی جو شام تک جاری رہی۔ میں سب سمجھتی ہوں' یہ صرف تم نے مجھے تنگ کرنے کے لئے کیا ہے۔ کیا تھا اگر چند لمحوں کے لئے آجاتیں۔ وہ تو وہ لوگ ہی بہت شریف ہیں۔ جنہوں نے تمہارے نہ آنے پر اعتراض نہیں کیا۔ اتنے پیسے والے ہو کر کتنے سادہ اور شریف النفس ہیں۔ میں نے تمہارے باپ کو فون کر دیا ہے۔ لڑکے کا فون نمبر دے دیا ہے۔ اب وہ جانیں اور ان کا کام۔" سعیدہ بیگم نے دل کا غبار نکالا۔

"امی! جب میں نے آپ کو مکمل اختیار دیا ہوا ہے پھر آپ کیوں ایسا سمجھتی ہیں۔ فقط میری ایک چھوٹی سی خواہش ہے جسے آپ پورا نہیں کرتیں۔"

"خبردار جو اب تم نے "نکاح نامے" والا شوشا چھوڑا۔" وہ بھڑک اٹھی تھیں۔

"بہت کرلی من مانی تم نے۔ اب میں دیکھوں گی تم کیسے رنگ میں بھنگ ڈالتی ہو۔"

"ٹھیک ہے آپ اپنی کریں۔ میں اپنی کروں گی۔" اسے بھی چڑ ہو گئی تھی اس ٹاپک سے۔

*_*_*

"ہارون! تم نے پوچھا نہیں کہ کیا جواب دیا انہوں نے۔ میرے خیال میں تو تمہیں ہنگامہ ہلا گلا کرنا چاہئے تھا۔ کہ آج تمہاری خواہش پر تمہاری "ان" کے گھر ہم لوگ گئے تھے۔" ابراہیم صاحب نے انہیں چپ دیکھ کر چھیڑا۔

"ویسے آج آفس میں ایسی کون سی میٹنگ تھی جو تم نے چھ بجے تک اسے بٹھائے رکھا۔ کہیں فیوچر پلانز تو نہیں بنا رہے تھے۔" جواباً" وہ پھر خاموش تھے۔

"ٹھیک تو ہو مائی سن؟"۔ اب کے انہوں نے پریشانی سے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ تو لاچار وہ ناچاہتے ہوئے بھی اٹھ بیٹھے۔

"کیا رسپانس تھا ان کا؟" دل کا خدشہ سوال بن کر زبان پر آگیا۔

"ہینڈرڈ پرسنٹ پوزیٹو۔ اور پھر مدیحہ بھابھی اور اپنا یار خورشید جو ساتھ تھا۔" خوشی سے بھرپور لہجے میں وہ بولے تھے۔

"میں نے بتا دیا تھا ان کو تمہارے بارے میں کہ ایک ہی آفس ہے۔ امامہ بھی وہیں جاب کرتی ہے۔ حیرت کی بات سنو۔ امامہ کی والدہ نے امامہ کو اس بات سے بے خبر رکھنے کا کہا ہے۔ بقول ان کے وہ عجیب وغریب طبیعت کی لڑکی ہے۔ ویسے یار! یہ پہلی والدہ موصوفہ ہیں جو بیٹی کی عادتوں کو منکشف کر رہی تھیں ورنہ مائیں تو بیٹیوں کو تعریفیں کر کے "نافوق الفطرت" بنا دیتی ہیں۔" ڈیڈی کی باتوں سے تھوڑی سی ڈھارس بندھی تھی۔ مگر وہم اور خدشات اپنی جگہ مسلم تھے۔

*_*_*

"میرے بھائی نہیں پلیز دیکھو جو کہو گے وہ کروں گی' نئی بائیک کے لئے آدھے پیسے میں دے دوں گی۔"

وہ تقریباً گھٹنہ سے ان دونوں ڈھیٹوں کی منتیں کر رہی تھی کہ لڑکے والوں کا فون نمبر اسے دے دیں۔ امی بازار گئی ہوئی تھیں لہٰذا اچھا موقع تھا۔

"صوری امی کے ہاتھوں ذلیل کس نے ہونا ہے آپ تو کھٹی میٹھی سننے کی عادی ہو چکی ہیں۔ مگر میرا ہاضمہ خراب ہو جائے گا۔" فارقلیط نے صاف جواب دیا تھا۔

"لالہ پلیز' میرے سارے سوٹ پہن لیا کرنا۔" اس نے اسے رشوت پیش کرنی چاہی۔

مگر وہ بھی ٹس سے مس نہ ہوئی۔ اپنی بے بسی پر بے ساختہ اسے رونا آگیا۔ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"واہ' واہ کیا سین ہے میجر' سیکشن انچارج صاحبہ کیا دھواں دھار رو رہی ہیں۔ اس سین کو تو آفس میں دیوار پر آویزاں ہونا چاہیے۔" فارقلیط کے بولنے پر اس نے سر اٹھایا۔

"آپی!" سر اٹھانے کی دیر تھی فارقلیط نے تصویر کھینچ لی۔ ابھی کل ہی تو اس نے اور لالہ نے اس کی منگنی کی تصویریں بنانے کے لئے پیشگی ریل ڈلوائی تھی کیمرے میں۔

"بدتمیز۔ میں ساری ریل ضائع کر دوں گی ـــ" وہ

غصے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کو بے بس دیکھ کر انہیں نجانے کیوں اپنی پیاری سی آپی پر بے اختیار پیار آگیا تھا۔ (وہ کہاں جھگڑنے والوں میں سی تھی۔ نجانے کیوں ضد پکڑ لی تھی اس نے)۔

"دے دوں فارقلیط! نمبر آپی کو۔" لالہ نے بھی اس کے ارادے کی تصدیق کی۔

"ایک شرط پر ملے گا فون نمبر' آپ امی کو نہیں بتائیں گی کہ ہم نے آپ کو نمبر دیا ہے۔"

اس نے جلدی سے اثبات میں سر ہلایا تو لالہ اور فارقلیط نے قہقہے لگاتے کوئی اور وقت ہوتا تو وہ انہیں مزہ چکھا دیتی۔ مگر اس وقت تو جان پر بنی تھی۔ لہٰذا جھپٹا مار کر اس نے فارقلیط سے کاغذ چھینا جس پر نمبر لکھا تھا۔

"ویسے آپی! اگر آپ یونہی رکاوٹیں ڈالتی رہیں شادی میں تو پھر ہم دونوں بھی بے چارے کنوارے ہی فوت ہو جائیں گے۔" فارقلیط نے دکھ بھرا لہجہ بنایا۔ تو وہ مسکرا دی۔

"پہلے تم دونوں شادی کروالو' میری طرف سے اجازت ہے۔" خوشدلی سے کہتی وہ فون کا دوسرا سیٹ اٹھائے اپنے کمرے میں آگئی۔

مسلسل بیل جانے پر دوسری طرف کسی ملازم نے فون اٹھایا تھا مالک سے بات کروانے کا کہنے پر اس نے کسی چھوٹے صاحب کو ریسیور پکڑا دیا تھا۔

"ہیلو!" دوسری طرف سے آتی خوبصورت گمبھیر آواز سن کر نجانے کیوں اسے ہارون کا گمان ہوا تھا۔ (کیا بے وقوفی ہے ہر بندے کی آواز انہی سے کیوں ملتی ہے) خود کو ڈپٹ کر وہ دوبارہ ریسیور کی طرف متوجہ ہوئی۔

"آپ کے گھر سے کچھ لوگ ہمارے ہاں آئے تھے چند دن پہلے' میری والدہ نے یقیناً" آپ لوگوں سے ذکر نہیں کیا ہو گا مگر میں آپ کو ابھی بتا دوں' میں اس صورت میں شادی کے لئے رضامند ہوں اگر شادی سے قبل نکاح نامے پر درج شرائط یا پوائنٹ کہہ لیں باہمی رضامندی سے مان لئے جائیں اگر آپ کو یہ بات منظور ہو تو پھر منگنی والی رسم یا جو بھی اگلا قدم ہے وہ اٹھائیں۔ ورنہ پلیز معذرت۔"

ایک ہی سانس میں کہہ کر دوسری طرف سے بغیر کوئی جواب سنے اس نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ جب کہ دوسری طرف موجود ہارون کو گویا قارون کا خزانہ مل گیا تھا۔

"مس امامہ چوہدری! یہ وہ شرط ہے جس سے آپ ایک عدد منگنی توڑ کر مجھے خوش قسمت بنا چکی ہیں۔ ارے ہم تو سر کے بل یہ شرط مانتے ہیں۔" ریسیور ہاتھ میں پکڑے وہ یونہی کھڑے مسکرا رہے تھے۔

"ارے ارے' یہ کیا؟ کوئی لطیفہ سن لیا ہے جو یوں کھڑے مسکرا رہے ہو۔" ابراہیم صاحب نے حیرانی سے انہیں دیکھا۔

"میں کیا بتاؤں' مجھے کیا ہوا ہے۔" وفور مسرت سے انہوں نے ابراہیم صاحب کو دونوں بازوؤں کے گھیرے میں لے کر گھما ڈالا۔

"میری بوڑھی ہڈیوں کا کیا قصور ہے؟۔" ان کی دیوانگی دیکھ کر سمجھ گئے تھے کہ کوئی خوشی ہی ایسی ملی ہے جو ان کے اتنے ڈیسنٹ بیٹے نے سنجیدگی کا دامن چھوڑ دیا تھا۔

اور پھر اپنے سارے خدشات اور اب آنے والا امامہ کا فون ساری تفصیل انہوں نے باپ کو سنا ڈالی۔

"اوہ' تو یہ قصہ تھا جو اس دن نقلی میٹنگ کر کے میری بیٹی آفس میں بیٹھی رہی۔ اور برخوردار بھی وہاں بیٹھے یہ سوگ منا رہے تھے کہ وہ ناپسندیدگی کی وجہ سے ایسا کر رہی ہے۔"

سارا قصہ سن کر انہوں نے اسے چھیڑا تو وہ خوشدلی سے قہقہہ لگا اٹھے۔

*_*_*

"مس امامہ یہ کیا؟۔" اپنے سامنے ٹیبل پر رکھا اس کا ریزائن دیکھ کر وہ پریشان ہوا تھا۔

"یہ سر' میری والدہ کا حکم ہے۔ ان کے خیال میں جاب کرنے سے میں زیادہ آزاد ہو گئی ہوں' اور میری دوسری مرتبہ بھی منگنی ہوتے ہوتے رہ گئی ہے۔ لہٰذا بہتر ہے میں کچھ عرصہ گھر بیٹھ جاؤں' بقول والدہ صاحبہ کے میرا دماغی کیڑا مر جائے۔" اس نے ہنستے ہوئے

بڑے آرام سے پوری وجہ بیان کردی تھی۔

"وہی پرانی بات مس امامہ! آپ کی شرط کیا ہے اور آپ کو کیسے پتا کہ واقعی منگنی نہیں ہوگی؟" انہوں نے بڑی مشکل سے ہونٹ بھینچ کر آنے والی مسکراہٹ کا راستہ روک کر سوال کیا۔

"سر! اتنا اعلا ظرف کہاں سے ملے گا؟ جو شادی سے پہلے ہی لڑکی کی شرائط مان لے اور اس کے حقوق تسلیم کرلے۔ یہاں لوگ دعوے تو کرسکتے ہیں۔ عمل نہیں۔" نجانے کیوں یہ کہتے ہوئے اس کا لہجہ پھیکا پڑ گیا تھا۔ "ویسے بھی سر! اب میں اس فرم میں مزید جاب نہیں کرسکتی۔" بولتے ہوئے نجانے کیوں دل کی حالت زبان پر آنے لگی تھی۔ اس کی آخری بات پر وہ بھی چونک اٹھے تھے۔

"اس فرم' سے کیا مراد ہے آپ کی؟ کوئی شکایت' کوئی پرابلم ہے یہاں؟" اپنی روشن اور گہری گہری نگاہیں اس پر جمائے انہوں نے پوچھا تو وہ سٹپٹا اٹھی۔

(بری پھنسی آج امامہ۔۔۔ تکلیف تو کیا ہونی ہے بس آپ کو دیکھ کر جو احساس دل کے نہاں خانوں میں پیدا ہوا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ وہ کسی پر آشکارا ہو) دل ہی دل میں خود سے مخاطب الجھتی ہوئی وہ بے حد دلکش لگ رہی تھی۔ اک نظر بھرپور اسے دیکھ کر انہوں نے تھوڑا سا رخ پھیرا۔

"آپ نے جواب نہیں دیا' اس فرم کو کیوں چھوڑنا ہے؟" اسے چپ گومگو کی کیفیت میں دیکھ کر انہوں نے سوال دہرایا۔

"سوری سر! میں یہ نہیں بتا سکتی۔" پھر وہی سپاٹ لہجے والی لاپرواہ سی امامہ بن گئی تھی وہ۔ (ٹھیک ہے بچو کرلو من مانیاں، ہم چھین لیں گے تم سے یہ شان بے نیازی) وہ دل میں ہنسے۔

"اوکے صبح آئیں آپ پلیز پھر غور کریں گے اس مسئلے پر۔"

لاپروائی سے کہتے ہوئے انہوں نے شان بے نیازی سے "استعفیٰ" ایک طرف کیا۔

جیسے ہی ہینڈ بیگ شولڈر پر ڈالتی وہ آفس کی گاڑی سے اتر کر آفس کی طرف بڑھی' ایک گاڑی آہستگی سے پاس آرکی۔

"امامہ پلیز آئیں۔" ہارون کو فرنٹ سیٹ پر دیکھ کر اس کا دل جل اٹھا۔

ابھی صبح ہی تو امی سے صلواتیں سنی تھیں۔ نجانے کیوں ان کو یقین تھا کہ لڑکے والوں کے (اتنے دن گزرنے کے بعد) نہ آنے میں دوبارہ' اسی کی کوئی کار گزاری تھی۔ لالہ اور فارقلیط نے انہیں یقین دہانی کروائی تھی کہ فون نمبر اس کے پاس نہیں تھا' لہٰذا ایسی کوئی بات نہیں۔

"آئیں جلدی سے۔" فرنٹ ڈور کھولے وہ منتظر تھے۔

"آج کیا دکھانا ہے۔ آج تو میں نے کوئی احتجاج نہیں کیا" وہ نجانے کیوں خفا تھی خود سے' ان سے۔

شام کی لالی' رات کا کاجل صبح کی تقدیر ہو تم
چلتا پھرتا تاج محل سانسیں لیتا کشمیر ہو تم
ہنکھیج ادھاس کی غزل لگا کر اک نظر وہ تھی رو کی امامہ پر ڈالی۔

انہیں "کافی ہاوس" کے سامنے گاڑی روکتے دیکھ کر وہ چونک اٹھی۔

گاڑی لاک کرکے انہوں نے اسے پیچھے آنے کا اشارہ کیا تو وہ بھی طوعاً" وکرھاً" پیچھے چل پڑی۔ صبح کی ... سے رونق کم تھی۔ پھر بھی انہوں نے "قسبتاً" کو... میں پڑی ٹیبل کا انتخاب کیا اور ویٹر کو کافی کا آرڈر ... کر وہ اس کی طرف مڑے جو اتنی شرافت سے ... تھی۔

"ویسے امامہ! مجھے حیرت ہے کہ آپ اتنی شرافت کا مظاہرہ کیسے کررہی ہیں۔"

ان کے شوخ لہجے پر وہ چونکی تھی مگر پھر نارمل ہوگئی ... بدستور خاموش رہی۔

ویٹر کے کافی رکھتے ہی انہوں نے جیب میں ہا... ڈالا' وہ انہی کی طرف متوجہ تھی۔

"یہ لیں فی الحال تو فوٹو کاپی دستیاب ہوئی ... بھی دوسروں کے نکاح کی۔ ڈیڈی ہی مانگ کر لا... کسی سے۔ کہ ان کی ہونے والی بہو بیگم منوالیں... منوانا چاہتی ہیں ان کے لاڈلے اور بیری طرح ...

ہوئے بیٹے سے۔"

نکاح نامہ کھول کر انہوں نے اس کے سامنے پھیلایا اور خود بھی تھوڑا سا جھکے۔

امامہ کے تو گویا "کاٹو تو لہو نہیں۔" والا حال تھا۔ دل و دماغ میں بھونچال سا اٹھا ہوا تھا۔ لمحے کے ہزارویں حصے میں ساری بات اس کی سمجھ میں آگئی تھی۔ (اوہ' فون پر میرا وہم نہیں بلکہ یہی تھے بذات خود) شرمندگی سے اس کی پیشانی عرق آلود ہوگئی۔

"میں کیا کچھ کرتی رہی ہوں' یہ پھر بھی۔۔۔" بے چینی سے انگلیاں مروڑتی وہ سوچ رہی تھی۔

"ان ہاتھوں پر کیوں ظلم ہورہا ہے۔" انہوں نے تھوڑا سا آگے ہوکر اپنے مضبوط گرم ہاتھ سے اس کے دونوں ہاتھوں کو کھولا۔

"یہ گواہان' حق مہر' تعارف وغیرہ تو سبھی کرتے ہیں۔ اصل بات اور اصل کام تو نیچے دیے گئے پوائنٹ کا ہے ویسے مجھے معلوم ہے۔ آپ کی شرائط کیا ہوں گی؛

وہ اشارٹ ہو چکے تھے اور نکاح نامے پر نظریں جمائے اسے تنگ کرنے کے درپے تھے۔

"آپ کو کیسے علم ہے؟ آپ کے پاس الہ دین کا چراغ ہے کہ' جو میری شرائط کا پتا ہے۔" وہ ان کی بات پر چڑ اٹھی۔

"یہ ہوئی ناں بات' کیا منہ بنا کر بیٹھی ہوئی ہو جیسے خدا نخواستہ کوئی گناہ کبیرہ کر آئی ہو۔ اپنا حق مانگنے والے لوگ خصوصاً" لڑکیاں اور اسپیشلی ایک لڑکی تو میری جان ہے۔ اور میرے ڈیڈی کی تو ویسے ہی وہ پہلی ملاقات سے "چہیتی" ہے۔"

وہ شوخی سے گویا ہوئے' وہ یکدم آپ سے 'تم' پر آگئے تھے اور انکشاف بھی کررہے تھے۔

"جی تو کیا شرائط ہیں ڈیر امامہ صاحبہ؟"

"میری کوئی شرط نہیں۔" وہ سنجیدگی سے بولی تو وہ مسکرا اٹھے۔

"میں نہ تو کم ظرف ہوں اور نہ ہی تنگ نظر' لہٰذا تم جو کہو گی وہ منظور ہوگا۔ البتہ جواباً" میری بھی دو شرائط ہیں۔" وہ شوخی سے گویا ہوئے۔

CamScanner

ان کی شرائط کا سن کر وہ چونک گئی (نکلے ناں مرو) طنزیہ مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر آگئی' ابھی ابھی ملنے والی خوشی کافور ہو گئی تھی۔

"پوچھو گی نہیں' کیا شرائط ہیں؟۔" انہوں نے اسے زچ کرنا چاہا۔

"آپ بتادیں۔" وہ سپاٹ لہجہ میں بولی تو وہ بڑے مطمئن ہو کر ہنسے تھے۔

"میری شرط نمبر ایک' یہ ہے کہ" وہ جان بوجھ کر رکے۔۔۔ اس کی بے چینی دیکھ کر مسکرائے۔

"جی' تو شرط نمبر ایک یہ ہے کہ ایم بی اے مکمل کرنا ہوگا تمہیں" (ساری رپورٹ ملی ہوئی ہے کہ میں نے ایم بی اے ادھورا چھوڑا ہوا ہے۔)

"اور دوسری شرط نہیں بلکہ درخواست ہے کہ مجھ خاکسار کی موجودہ اور اپنی مستقبل میں انشاء اللہ ہوجانے والی فرم کو نہیں چھوڑو' اور یہ استعفیٰ ریجیکٹ کیا جاتا ہے۔"

یہ کہنے کے ساتھ ہی انہوں نے ہاتھ میں پکڑا استعفیٰ پرزے پرزے کر کے اس کے کافی کے خالی مگ میں ڈال دیا۔

"اب اپنی شرائط یہاں سے پڑھ کر پوری کروالو۔ یہ نہ ہو بعد میں میں مکر جاؤں۔"

آج وہ ساری سنجیدگی بھول چکے تھے۔ یا اللہ اتنے شوخ' امامہ نے دل ہی دل میں ان کی نظر اتاری۔

"میری کوئی شرط نہیں' میرا یہ سب کچھ کہنے کا' کرنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ جس کے ساتھ مجھے زندگی گزارنی ہے' وہ کیسے ظرف کا مالک ہے' اور آج مجھے خوشی ہے کہ میری یہ ضد میرا مستقبل سنوار گئی۔"

ہمیشہ کی طرح سچائی سے کہتے کہتے دل کی بات بھی کہہ گئی تھی۔ اور وہ سرشار ہوتے چلے گئے۔

"ویسے اس فرم میں جاب نہ کرنے کی دھمکی کس لئے دی گئی تھی۔" ان کو اچانک یاد آیا "سچ بتانا"۔

"سچ یہ ہے کہ آپ کے ساتھ اب کام کرنا میرے لئے بہت مشکل مرحلہ تھا' نجانے کیوں میرا دل مجھے دھوکا دیتا تھا۔" نظریں جھکا کر سرخ ہوتی انکار و اقرار کرتی وہ اس سے انہیں اتنی اچھی لگ رہی تھی کہ وہ ضبط کی کڑی حد پر جا کھڑے ہوئے۔

"یہ تو اٹھائیں۔" نکاح نامہ تہہ کر کے اس نے انہیں پکڑایا تو وہ ہنس دیئے۔

"سنو امامہ! آج یہاں عہد کرو کہ ہمیشہ یونہی ہنستی مسکراتی سچ بولتی رہو گی اور میری آنے والی۔۔۔"

اس نے بے ساختہ جھجک کر ان کے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا کہ وہ اگلی بات' ان کی شرارت سمجھ گئی تھی۔

"اٹھیں۔ چلتے جا رہے ہیں۔" اس سوبر سے بندے کو خوش دیکھ کر اس نے بھی دل میں سکون کی لہر اترتی محسوس کی۔

"چلتے ہیں جلدی کس بات کی ہے؟۔ ابھی تو ہم نے اپنی ساس امی کو بھی اطلاع دینی ہے کہ بیٹی راہ راست پر آگئی ہے۔ ہمیں شکریے سے نوازیں۔"

ان کے چھیڑنے پر وہ جھینپ گئی' اور چلنے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی کہ بہاریں ان کے تعاقب میں تھیں۔

"ایک خوشخبری تو اور سن لو جو تمہاری نیکی ہی شمار ہوگی۔ ہم بے چارے اس نیکی میں بھی کہیں شمار نہیں ہوتے۔"

"سنائیں جلدی سے۔" پرس دوبارہ ٹیبل پر رکھ کر وہ پھر بیٹھ گئی۔

"منیر احمد نے یاسمین کو پرپوز کیا ہے اور عنقریب دونوں لائف پارٹنر بن جائیں گے دیکھیں ہماری قسمت کب جاگے گی؟۔" آخر میں وہ یاسیت سے بولے تو وہ سرخ ہو گئی۔

"اٹھ جائیں اگر کسی نے دیکھ لیا تو کیا کہیں گے کہ؟"

"یہی کہ میاں بیوی راضی تو کیا کرے گا قاضی۔"

انہوں نے اتنی بے ساختگی سے بات پوری کی تھی کہ وہ گھبرا کر نظریں جھکاتی چلی گئی۔ کہ ہارون آج خوش رنگ پرندے ہاتھ میں پکڑے تھے۔ اور وہ ان کے ہمراہ تھی۔

*_*_*